دوسرا حصہ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس گولہ گنج اسٹریٹ ۔ لکھنؤ

تعداد طبع ایک ہزار

امامیہ مشن بلڈنگ فنڈ
اور
اُسکی ضرورت

بحمد اللہ آپ کا یہ دینی و تبلیغی مشن جسطرح ترقی کے منازل طے کر رہا ہے
آپکو اخبارات کے ذریعہ سے معلوم ہوتی رہتی ہونگی اس قلیل عرصہ مین چودہ رسالے
اور ان میں سے اکثر کے دو دو اور تین تین اڈیشن شایع کیے جاچکے ہیں جنکی مجموعی تعداد
چھبیس ہزار تک پہنچ چکی ہے نتیجتاً ذخیرہ رسائل کے ساتھ ساتھ دیگر کاغذات دفتر کا انبار بھی بڑھ
رہا ہے اور اب یہ ضرورت بُری طرح محسوس ہو رہی ہے کہ مشن کے دفتر کو کسی وسیع عمارت
مین منتقل کیا جائے، یہ ممکن ہے کہ کرایہ کا مکان لیکر کام چلایا جائے مگر اس طرح آپ خود
غور فرماسکتے ہیں کہ چند ہی سال مین کرایہ کی مجموعی رقم اس قدر ہو جائیگی جسمین کہ ایک
مناسب حال عمارت تعمیر ہو سکتی ہے۔ لہذا مین نے یہ طے کرلیا ہے کہ اس عزیز مہمان کو اپنے
گھر سے خود اُس ہی کی ذاتی عمارت مین رخصت کرونگا اور اسی غرض کیلیے اس فنڈ کو جاری
کیا ہے امید ہے کہ افراد قوم اس اہم ضرورت کو پورا کرنے میں میری کسی ممکن امداد سے دریغ نہ
فرمائینگے اور عند اللہ و عند الرسول ماجور ہونگے۔ اس فنڈ مین قلیل سے قلیل رقم بھی شکریے کے
ساتھ قبول کیجاوے گی اور اُسکا اخبارات مین برابر اعلان ہوتا رہیگا

الداعی الی الخیر
سید ابن حسین عفی عنہ
سکرٹری امامیہ مشن لکھنؤ

۱

فہرست مضامین اتحاد الفریقین حصہ دوم

آخر میں بطور ضمیمہ "سیرت علوی کا ایک ورق" ہے جو حضرت سید العلماء دام ظلہ، سرپرست امامیہ مشن کا نتیجۂ قلم ہے اور جس میں بسلسلہ غزوات فارس و روم حضرت امیرؑ کے مشوروں کے متعلق محققانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔

از ابتدائے صفحہ ۹۲

۱ ۱۲۷

حصہ دوم
مصنفہ
عمدۃ المتکلمین مولانا محمد بشیر صاحب ممتاز الافاضل
واعظ مدرسۃ الواعظین
جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ ہجری

امامیہ مشن لکھنؤ کی تیرہویں دینی خدمت

اس کے قبل رسالہ "اتحاد الفریقین" کا پہلا حصّہ شایع ہو چکا ہے
جس نے ملک میں کافی مقبولیت حاصل کی اور اُسکے دو ایڈیشن شایع کئے گئے۔
یہ دوسرا حصّہ ہے جس میں فاضل مصنف نے کافی محنت و جانفشانی کر کے
بعض ایسے مسائل پر روشنی ڈالی ہے جنکی موجودہ زمانہ میں سخت ضرورت محسوس
ہو رہی تھی۔
اُمید ہے کہ افراد قوم اس حصّہ کو بھی کامل توجہ سے ملاحظہ فرمائینگے۔

خادم ملّت

سیّد ابن حسین
سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ علےٰ سید المرسلین و آلہ الطاہرین - امابعد

یہ دوسرا حصہ ہے رسالہ "اتحاد الفریقین" کا جس میں بہت اہم مسائل میں حضرات علمائے اہلسنت کے نقطۂ نظر کو شیعی علماء کے اقوال سے متحد ثابت کیا گیا ہے - امید ہے کہ ارباب انصاف اس کو توجہ سے مطالعہ فرمائینگے -

جناب امیرؑ کی خلفائے ثلاثہ سے ناراضی

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ خلفائے ثلاثہ سے برابر ناراض رہے اور ان کی خلافت کو کبھی برحق تسلیم نہیں کیا حضرات اہلسنت بھی اس عقیدہ میں متحد ہیں چنانچہ اہلسنت کی معتبر کتاب تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۳۲ سطر ۳۰ میں ہے بعینہ عبارت ملاحظہ ہو -

امیرالمومنین علی علیہ السلام درجواب نوشت کہ مکتوبے بمن نوشتہ بودی و دراں ذکر کردی کہ مسلمان با تو بیعت کردند و بحکومت تو

جناب امیرؑ نے ابوبکر کو لکھا کہ تمھاری تحریر مجھے ملی جس میں تم نے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں نے تم سے بیعت کرلی ہے اور تمھاری خلافت کے

راضی شدند حالانکہ من پیش از ہمہ خلائق بدولت اسلام مشرف شدم و تصدیق رسول کردم و من خدائے عزوعلا گواہی میخواہم کہ بخلافت تو راضی نیستم۔

راضی ہوگئے ہیں (یہ بات تمھاری کیونکر صحیح ہوسکتی ہے) حالانکہ میں تمام دنیا سے پہلے اسلام لایا ہوں اور رسولخدا کی تصدیق کی ہے میں خدائے بزرگ و برتر کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں تمھاری خلافت پر راضی نہیں ہوں

نیز ملاحظہ ہو عقد فرید جلد ۲ ص ۲۸۶ جناب امیرؑ نے معاویہ کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

وذکرت ابطائی عن الخلفاء و حسدی ایاھم والبغی علیھم فاما البغی فمعاذ اللہ ان یکون واما الکراھۃ فواللہ ما اعتذر للناس من ذلک

اے معاویہ تو نے لکھا ہے کہ میں خلفائے ثلاثہ سے کھچا رہا اور نیز حسد و بغاوت کی بس آگاہ ہو کہ بغاوت کا الزام تو غلط ہے خدا کی پناہ بغاوت کی نسبت میری طرف (میں تو برابر صبر کرتا رہا ظلم و جور سہا کیا پھر بغاوت کہاں کی) لیکن ہاں نفرت و کراہت ضرور رہی میں خدا کی قسم لوگوں سے کبھی اسکی عذرخواہی بھی نہ کروں گا۔"

جناب امیر المومنینؑ کی ناراضی کچھ مخفی نہ تھی بلکہ خود جناب عمر کو اس کا احساس تھا چنانچہ جناب علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد دوم جزو ۱۲ ص ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

روی ابن عباس قال خرجت
مع عمر الی الشام فی احدی خرجاته
فانفرد یوما یسیر علی بعیره
فاتبعته فقال لی یا ابن عباس
اشکو الیک ابن عمک سالته ان
یخرج معی فلم یفعل ولا ازال
اراه واجدا فیما تظن موجدته
قلت یا امیر المؤمنین انک لتعلم
قال اظنه لا یزال کئیبا بفوت
الخلافة قلت هو ذاك -

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں شام کے
ایک سفر میں عمر کے ساتھ تھا وہ ایک دن
اکیلے اپنے اونٹ پر جا رہے تھے پس میں
ان کے پیچھے گیا انھوں نے مجھ سے کہا
کہ اے ابن عباس تمہارے چچا زاد بھائی
(علی ابن ابی طالب) سے مجھے شکایت ہے
میں نے اون سے کہا تھا کہ میرے ساتھ چلیں
مگر انھوں نے نہ مانا اور میں تو انکو برابر ناراض
ہی پاتا ہوں آخر یہ رنجیدگی کیوں ہے میں نے
کہا کہ آپ اس بات کو یقیناً خوب جانتے ہیں

جناب عمر نے کہا کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ خلافت نہ ملنے کی وجہ سے ناراض و رنجیدہ رہتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں واقعہ تو یہی ہے۔

جناب عمر کو حضرت علیؑ کی ناراضی و رنجیدگی کا جو کچھ احساس ہوا بالکل صحیح و درست تھا در حقیقت جناب امیرؑ خلافت نہ ملنے ہی کی وجہ سے ناراض رہتے تھے کیونکہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۱۵ طبع مصر و تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۰۱ میں ہے -

وقد وجدنا علیهما ان تولیا (ابوبکر و عمر) بیشک ہمیں اس بات کا رنج و غم ہے کہ ابوبکر و

ونحن آل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ عمر خلیفہ بن گئے حالانکہ ہم آنحضرتؐ کی آل ہیں۔

نیز تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۵۸ و تاریخ طبری و تاریخ ابن اثیر میں ہے۔

ولقد مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا احق بالامر فبایع الناس غیری
بیشک رسولخدا کی وفات کے بعد مستحق خلافت میں تھا لوگوں نے میرے غیر کی بیعت کرلی۔

نیز جناب ابن احمد عباسی اسی استحقاق و ناراضی جناب امیر کے متعلق اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں"

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پیغمبرؐ کے بعد حضرت علیؑ کو اپنا جانشین نہ ہونا ناگوار نہوا ہوگا کہ میں نے تمام عمر لڑائیاں فتح کیں ساری عمر اپنا سر ہاتھ پر لئے ہوئے پیغمبر کے ساتھ ساتھ پھرا۔ پیغمبر کی وراثت بھی مجھی کو پہونچتی ہے۔ اگر عباس بدر سے پہلے کے مہاجرین میں داخل نہونیکے سبب قابل سمجھے جائیں اور علم۔ شجاعت۔ نیکنامی۔ حکمت میں بھی کسی سے کم نہیں ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ خلافت جیسا اہم مسئلہ چپکے سے طے کر لیا گیا اور مجھے خبر تک نہوئی" ایسا خیال جناب امیرؑ کو ضرور ہوا اور ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ ایکمرتبہ کسی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ جب بحث خلافت کی چھڑی تو آپ موجود نہ تھے کیا کیا جاتا۔ اس کا جواب حضرت نے کتنا معقول دیا جو دلپر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا آپنے فرمایا۔ کیا آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے تھے کہ پیغمبر کا جنازہ چھوڑ کر گھر

سے میں خلیفہ بننے کو چلا آتا۔ کتنی پر تاثیر تقریر تھی (ماخوذ از تاریخ اسلام السیّن ڈاکٹر حسین جعفر ص۱۰ جلد۳)

نیز جناب امیرؑ کے خطبات سے ناراضی کا کافی ثبوت ملتا ہے اس وقت ہم ایک خطبہ پیش کرتے ہیں جو خطبۂ شقشقیہ اور خطبۂ مقمصہ کے نام سے مشہور ہے پہلے ہم اس خطبہ کے متعلق اس امر کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ یہ حضرت امیرؑ ہی کا کلام ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد اوّل ص۳۹ مطبوعہ طہران علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ میرے اوستاد محترم ابو الخیر مصدق بن شبیب الواسطی نے مجھ سے ۶۰۳ھ میں یہ بیان کیا کہ میں اس خطبہ کو اپنے اوستاد مکرم ابو محمد عبداللہ بن احمد المعروف با بن الخشاب کے پاس قرأت کرتا تھا اثنائے قرأت میں میں نے اپنے اوستاد موصوف سے کہا کہ کیا یہ کلام جناب امیرؑ کیطرف منسوب کر دیا گیا ہے یعنی درحقیقت اون کا نہیں ہے پس میرے اوستاد موصوف نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس خطبہ کو حضرت امیر کا کلام اس طرح پر جانتا ہوں کہ جیسا تمھیں پہچانتا ہوں کہ مصدق بن شبیب ہے میں نے کہا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ سیّد رضی جامع نہج البلاغہ کا کلام ہے اس پر میرے اوستاد ابن خشاب نے فرمایا کہ رضی اور اُن کے علاوہ کسی دوسرے کو کہاں یہ طاقت تھی کہ ایسا کلام کر سکے ہم نے رضی کے کلام کو دیکھا ہے اور اون کے اسلوب کلام سے واقف ہیں تحقیق کہ یہ کلام سیّد رضی کے کلام سے کوئی نسبت نہیں رکھتا ہے میں نے قسم بخدا اس خطبہ کو اُن کتابوں میں دیکھا ہے جو سیّد رضی کی پیدائش سے

دو سَو برس پہلے کی تصنیف ہیں اور اُن علمائے ادب کے ہاتھ سے لکھا ہوا پایا ہے کہ جن کی نسبت مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ وہ نہیں کا خط ہے قبل اسکے کہ سیّد رضی کے والد ابو احمد پیدا ہوں۔

اسکے بعد خود ابو محمد عبد اللہ بن احمد نے فرمایا کہ اس خطبہ کا اکثر حصّہ میں نے اپنے اوستاد ابو القاسم بلخی کے تصانیف میں دیکھا ہے جو مقتدر عباسی کے عہد میں اہل بغداد کے امام تھے اور یہ سیّد رضی کے پیدا ہونے سے بہت قبل کا واقعہ ہے اور اسکے علاوہ اس خطبہ کا اکثر حصّہ کتاب ابو جعفر بن قبہ میں دیکھا ہے جو شیخ ابو القاسم بلخی کے تلامذہ میں سے تھے اور سیّد رضی کے پیدا ہونیکے قبل ہی انتقال فرما چکے تھے اب ہم اس خطبہ کا ترجمہ علامہ ابن ابی الحدید کی شرح کے مطابق لکھتے ہیں

ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید جلد اوّل از ص ۲۵ تا ص ۳۰ مطبوع طہران۔

اے سننے والو خبردار ہو جاؤ" خدا کی قسم فلاں شخص (ابو بکر) نے پیراہن خلافت کو زبردستی پہنا حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ خلافت کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو قطب آسیا (چکی کی کیلی) کو آسیا (چکی) سے حاصل ہے (جس طرح چکّی بغیر کیلی کے نہیں چل سکتی یونہی خلافت بغیر میرے بیکار و بیفائدہ ہے) مجھ سے علم کا ایک موجزن سیلاب جاری ہے اور میرے علم کا پایہ اس قدر بلند ہے کہ طائر بلند پرواز پر نہیں مار سکتا جب ابن ابی قحافہ نے پیراہن خلافت کو ناحق زیب تن کر لیا تو میں نے اپنے اور خلافت کے درمیان پردہ ڈال دیا (چشم پوشی کی) اور اس سے پہلو تہی کی اور غور کرنا شروع کیا کہ اپنے شکستہ ہاتھ

دبے ناصر و مددگار ہے سے حملہ کروں یا اس ظلمت و تاریکی ضلالت پر صبر کروں یہ ایک ایسی
مصیبت تھی جسکے صدمہ سے خوردسال بوڑھا ہو جائے اور بوڑھا نہایت لاغر و کمزور ہو جائے
اور مومن رنج و غم میں مبتلا ہو یہانتک کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے اوس وقت
میں نے دیکھا کہ اس واقعہ پر صبر کرنا ہی بہتر اور عقلمندی ہے پس میں نے صبر کیا مگر اوس
وقت میری حالت تھی کہ میری آنکھیں غبار اندوہ او رخار مصیبت کی خلش میں گرفتار
تھیں اور میرے حلق میں غم و غصہ کی ہچکیوں سے پھندے پڑے جاتے تھے اور میں
دیکھ رہا تھا کہ میری میراث خلافت کس طرح تاراج ہو رہی ہے یہانتک کہ اول تو اپنے
راستہ پر گذر گیا مگر اپنے بعد خلافت کے ڈول کو دوسرے کی طرف پھینک گیا افسوس
کل ہم حیات رسولؐ میں کس اچھی حالت میں تھے اور اب ہمارا یہ حال ہے۔ مگر مجھے تو
تعجب ہے اور سخت تعجب ہے کہ وہ پہلا جانے والا اپنی حیات میں بیعت خلافت کو توڑ
دینے کا اظہار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے لوگو میری بیعت توڑ دو میں بہتر نہیں ہوں
جبکہ علیؑ تم میں موجود ہیں۔ لیکن باوجود اس قول کے اپنے مرنے کے بعد دوسرے کو خلافت
کیلئے معین کر گیا اور واقعہ یہ ہے کہ پستان خلافت کو دونوں نے آپس میں خوب بانٹ
لیا۔ افسوس کہ خلافت کو ایک ایسے سخت مزاج و تند خو کے حوالہ کر گیا جسکی زبان
کے زخم نہایت سخت اور کاری تھے اور جس کا چھونا بھی ناگوار تھا جسکی گفتار اور کردار
دونوں ناہموار تھے اوسنے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں اور زمانہ سازی نے عذر خواہی بھی
کرادی ایسے شخص کی مثال بالکل اوس شخص کی سی ہے جو کبھی بوجھ نہ اوٹھانے والے اونٹ

پر سوار ہو۔ اگر یہ سوار اوس کی مہار کھینچتا ہے تو اوس کی ناک پارہ پارہ ہوئی جاتی ہے اور اگر ڈھیل دیتا ہے تو خود گرنے کا خوف ہے۔ خدا کی قسم لوگ اُسکی سبب سے خبط میں مبتلا ہو گئے ہر اِلٰہ وناا اہل دینی امور میں رائے زنی کرنے لگا تلوّن مزاجیاں میں دامنگیر ہو گئیں اعتراضوں کی بوچھاریں ہونے لگیں مگر میں نے ان صدمات پر بھی صبر کیا اور ان سخت تکلیفوں کو بھی برداشت کیا یہانتک کہ یہ دوسرا بھی اپنے راستہ پر گذر گیا اور خلافت کو چھ شخصوں کے درمیان میں اثر کر گیا اور یہ گمان کیا کہ میں بھی ان چھ شخصوں میں کا ایک ہوں پس یا اللہ میں اس شوریٰ کی بابت فریاد کرتا ہوں کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کیا کبھی ان کے پہلے پیشواے افضل ہونے میں میرے متعلق شک تھا جو اب میں ثابت کیا گیا کہ طلحہ، زبیر سعد وقاص، عبدالرحمان بن عوف، عثمان بن عفان ایسے لوگوں کے برابر کیا جانے لگا انتہی موضع الحاجۃ

حضرت کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت ان تینوں میں سے کسی ایک کی خلافت پر بھی راضی نہ تھے بلکہ ان کو غاصب خلافت سمجھتے تھے اِس لئے حضرت نے اپنی خلافت کے وقت فرمایا الان رجع الحق الی اھلہ یعنی اب حق اپنے اہل کی طرف پہونچا ہے نیز حضرت کا ذاتی عقیدہ جو شیخین کے متعلق تھا اوس کو خود حضرت نے نہایت صاف اور صریح الفاظ میں جناب عمر کے دور خلافت میں بیان کر دیا جس کا اقرار خود جناب عمر نے فرمایا ہے ملاحظہ ہو صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۱ سطر ۴ مطبوع نول کشور لکھنؤ جو اہلسنت والجماعت کی نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے۔

قال عمر فلما توفی رسول اللهؐ قال ابو بکر انا ولی رسول اللهؐ فجئتماه تطلب میراثك من ابن اخیك ویطلب هذا میراث امرأته من ابیها فقال ابو بکر قال رسول اللهؐ ما نورث ما ترکناه صدقة فرأیتماه کاذبا آثما غادرا خائنا والله یعلم انه لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفی ابو بکر وانا ولی رسول اللهؐ و ولی ابی بکر فجئتمانی ورأیتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا۔

جناب عمر حضرت علی اور عباس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی تو ابو بکر نے کہا کہ میں رسول خدا کا ولی ہوں پس تم دونوں اون کے پاس آئے ایک تم میں سے اپنے بھتیجہ کی میراث مانگتا تھا اور ایک اپنی زوجہ کے لئے اون کے باپ کی میراث کا طالب تھا پس ابو بکر نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے جس مال کو ہم بحیثیت صدقہ چھوڑتے ہیں اوس کا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں پس تم دونوں نے اونکو جھوٹا گنہگار غاصب بے ایمان سمجھا اور خدا جانتا ہے کہ وہ سچے نیک راشد سچائی کے تابع تھے پھر جب ابو بکر بھی دنیا سے چل بسے اور میں ان کا اور رسولؐ کا ولی ہوا تو اب تم دونو میرے پاس آئے ہو اور تم دونو مجھے بھی جھوٹا گنہگار غاصب بے ایمان سمجھتے ہو۔

ہمیں اس وقت اسکی بحث نہیں ہے کہ ان دونو مدعیان اور مدعی علیہما میں کسکا اعتقاد صحیح تھا اور کس کا غلط یعنی حضرت علیؑ اور عباس کا عقیدہ مذکورہ شیخین کی متعلق

صحیح تھا یا جناب عمر کی برأت صحیح تھی۔ کیونکہ صحابہ کرام کے مابین نزاعات کا فیصلہ خود آنحضرتؐ فرما گئے ہیں چنانچہ جناب امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد اوّل ص ۱۰۵ مطبوع مصر میں تحریر فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ ؐ علیؑ مع الحق والحق مع علی یعنی رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ حق کیساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ اس فیصلہ کے بعد نہ تو اہلسنت کو دم مارنے کی گنجائش ہے اور نہ اہل تشیع کچھ بول سکتے ہیں بلکہ فریقین کو لازم ہے کہ اپنے اعتقاد کو اس فیصلۂ نبوی کے متعلق متحد کریں تاکہ اتحاد الفریقین کا ثبوت واضح ہو جائے۔

ہم تو اس وقت یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؑ خلفائے ثلثہ سے برابر ناراض رہے اور حضرت کے خیالات اُن کے متعلق اچھے نہ تھے بلکہ ان کو جھوٹا گنہگار غادر خائن سمجھتے تھے اور خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے جیسا کہ ہم نے گذشتہ آٹھ حوالوں سے واضح کر دیا۔

یہ تو چند وہ مقامات تھے جہاں حضرت کا نام مذکور ہے لیکن اگر وہ حوالے بھی پیش کئے جائیں جہاں حضرت کا نام صراحتًا مذکور نہیں ہے مگر لفظ عام میں داخل ہیں تو ایک ضخیم کتاب تک نوبت پہونچے اسلئے ہم اُن تمام حوالوں میں سے صرف دو حوالے پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ اصحاب میں اتحاد نہ تھا بلکہ باہمی رنجش بکشیدگی انتہائے کمال پر پہونچ چکی تھی۔ ملاحظہ ہو شرح مقاصد علامہ تفتازانی

جلد ۲ ص ۲۲۴ مطبوعہ عامرہ واقعہ دار الخلافہ غازی عبد المجید خاں۔

ان ما وقع بین الصحابۃ من	صحابہ کبار کے درمیان جو کچھ تنازعات اور
المحاربات والمشاجرات علی الوجہ	عداوتیں واقع ہوئیں جیسا کہ کتب تواریخ
المسطور فی کتب التواریخ والمذکور	میں مسطور ہے اور قابل اعتماد و لائق وثوق
علی السنۃ الثقاۃ یدل علی ان	زبانوں پر جاری ہے یہ اس امر کی دلیل ہے
بعضہم قد حاد عن طریق الحق	کہ بعض اصحاب راہ حق سے ہٹ گئے تھے
وبلغ حد الظلم والفسق وکان	اور ظلم و فسق کی حد تک پہونچ گئے تھے۔
الباعث لہ الحقد والعناد والحسد	اور ان باہمی نزاعات کے اسباب
واللداد وطلب المال والریاسۃ	حسب ذیل تھے باہمی دلوں میں کینے
والمیل الی اللذات والشہوات	اور حسد و بغض دشمنیاں و خصومتیں اور

مال و دولت کی خواہشیں اور لذات و شہوات کی چاہتیں۔ اسکے بعد اسی صفحہ مذکورہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ باہمی تکلم فضیحتی مضر نہیں ہے کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں ہے مگر علماء نے اپنے حسن ظن کی وجہ سے ان واقعات کی تاویلیں کرنا شروع کر دی ہیں تاکہ صحابہ کبار خصوصاً مہاجرین اور عشرہ مبشرہ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد خراب نہ ہو جائیں " اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ آپس میں عداوتیں اور کینے اور بغض و حسد اور خصومتیں صحابہ کبار کے درمیان میں تھے جو مہاجرین بھی تھے اور عشرہ مبشرہ میں سے بھی تھے جیسے خلفائے ثلثہ اور

حضرت علیؑ وغیرہم

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان اصحاب کبار کے بعد جو کچھ ظلم اہلبیت
نبیؐ پر ہوا ہے وہ اس قدر واضح اور ظاہر ہے کہ جسکے چھپانے کی کسی میں قدرت نہیں ہے
مطلب یہ ہے کہ اصحاب کبار نے بھی اہلبیت نبیؐ پر ظلم کئے جیسا کہ فقرہ بلغ
حد الظلم و الفسق سے ظاہر ہے مگر ایسے سنگین ظلم و جور نہ تھے کہ جن کا
چھپانا قدرت واختیار سے باہر ہو جائے بلکہ اگر کوشش کیجائے اور پردہ ڈالا جائے
تو ممکن ہے کہ کچھ کمی ہو جائے جیسا کہ موجودہ زمانہ میں کوششیں کیجا رہی ہیں۔

نیز وصیت نامہ شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۹ میں ہے۔

مابین صحابہ جو تنازعات ہوئے اون کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اخبار
متواترہ سے اس کا ثبوت برابر مل رہا ہے جو لوگ اون کے باہمی بغض و عداوت
کے منکر اور باہمی اتحاد کے مدعی ہیں وہ اخبار متواترہ اور مستفیضہ کے منکر ہیں۔

ان روایات کے بعد کس میں طاقت ہے کہ حضرت علی اور خلفائے ثلثہ میں
باہمی اتحاد دکھلانے کی کوشش کرے اور بقول شاہ ولی اللہ اخبار متواترہ کا
انکار کرے۔ مگر چونکہ بقول علامہ تفتازانی خلفائے ثلثہ کے متعلق ان واقعات
کے دیکھنے کے بعد عام مسلمانوں کے عقائد خراب ہو جانیکا خوف ہے اسلئے کبھی تو
امیر المؤمنین علیہ السلام کا جناب ابوبکر کی اقتدا میں نماز پڑھنا پیش کیا جاتا ہے تاکہ
اتحاد کی دلیل ہو سکے حالانکہ یہ پیش کرنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ نماز

میں اقتدا کرنے سے اتحاد نہیں ثابت ہو سکتا کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر فاسق وفاجر کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں چنانچہ صحاح میں یہ حدیث موجود ہے صلوا خلف کل بر و فاجر ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو۔

پس حضرت علی اور خلفائے ثلثہ میں اگر عداوت بھی ہو اور حضرت علیؑ ان کو فاسق وفاجر وظالم بھی سمجھتے ہوں تب بھی نماز صحیح ہو جائیگی کیونکہ کسی امام کو فاسق وفاجر وظالم سمجھنا اقتدا کیلئے مضر نہیں ہے لہذا حضرت علیؑ کے اقتدا کرنے سے خلفائے ثلثہ کے ساتھ اتحاد باہمی ثابت نہیں ہوا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ کسی کے پیچھے نماز کیلئے کھڑے ہو جانے سے اقتدا نہیں ثابت ہوتی ہے جبتک کہ پیچھے کھڑا ہونے والا اقتدا کی نیت نہ کرے لہذا حضرت علیؑ کا جناب ابو بکر کے پیچھے کھڑے ہو جانا اور نماز پڑھنا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ حضرت علی نے ابو بکر کی اقتدا کی نیت بھی کی ہو بلکہ بہت ممکن ہو کہ صف میں کھڑے ہوں اور نماز فرادیٰ کی نیت سے پڑھتے ہوں کیونکہ حضرت ان کو کاذب غادر آثم خائن وغاصب خلافت بھی سمجھتے تھے اور اپنے کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ اس اقتدا سے باہمی اتحاد ثابت نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ اکثر جناب عمر کا جنگ فارس و روم میں حضرت علیؑ سے مشورہ لینا پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس مشورہ کو دلیل اتحاد قرار دیا جاتا ہے حالانکہ حضرت کا مشورہ دینا دلیل اتحاد نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت اپنی ذات کو مستحق خلافت سمجھتے

تھے لہذا حضرت کو جہانتک موقع ملتا تھا بحیثیت خلیفہ برحق اسلام کی بہبودی کی فکر کرتے تھے اور مسلمانوں کے حق میں نیک مشورہ دینے میں کبھی دریغ نہ فرماتے تھے۔

اور جو الفاظ حضرت نے مجمل و مبہم ان خلفائے کے متعلق فرمائے ہیں اُن سے ہرگز فضیلت نہیں ثابت ہوتی ہے جیسا کہ ہم آئندہ لکھیں گے۔

نیز جن مقامات پر حضرت نے اپنے مقابل کے عقائد پیش کرکے اُسپر حجت تمام کی ہے اور اُسکو اوسی کے عقائد سے مغلوب و مجوج کیا ہے جو درحقیقت اپنے مقصد کے اثبات کا بہترین طریقہ ہے ایسے اقوال کو عوام فریبی کیلئے خود حضرت کا عقیدہ بتایا جاتا ہے حالانکہ الفاظ اسپر کسی طرح راضی نہیں ہوتے حضرت نے اِس قسم کے دلائل زائد تر معاویہ کے مقابلہ میں پیش کئے ہیں۔ چنانچہ جب اُنہوں نے بغاوت کی اور حضرت کی بیعت سے انکار کیا بلکہ آپکے خلاف مظاہرے کئے۔ حالانکہ حضرت کے قبل خلفائے ثلثہ کو خلیفہ تسلیم کرچکے تھے اور اونکی بیعت پر باقی رہے بلکہ اون کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے اور اسی بنا پر قتل عثمان کا الزام آپکی طرف عائد کرکے انتقام خلیفہ لینے پر تیار ہو۔ ان وجوہ پر نظر کرتے ہوئے حضرت نے تحریر فرمایا کہ مجھ سے جن لوگوں نے بیعت کی ہے یہ وہی مہاجرین و انصار ہیں جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی اوسی عنوان پر بیعت کی ہے کہ جس عنوان پر ابوبکر اور عمر و عثمان سے کی تھی پس نہ حاضر کو یہ اختیار رہے کہ کسی دوسرے کو خلیفہ منتخب کرے اور نہ غائب کو یہ حق ہے کہ میری خلافت کو رد کرے (پس جسطرح

تم نے خلفائے ثلثہ کو خلیفہ تسلیم کیا تھا اور اُن سے بیعت کی تھی اوسی طرح میری بھی بیعت کرو کیونکہ جن لوگوں نے اُن کو خلیفہ بنایا تھا اور اُن کی بیعت کی تھی وہی لوگ اب بھی ہیں یعنی مہاجرین و انصار پس کسی غائب و حاضر کو انکار کا حق نہیں ہے (چونکہ تمہارے بغیر بیشتر تین خلیفہ بن چکے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ) یہ منصب محض مہاجرین و انصار کا ہے جسکو وہ امام بنا دین وہ امام برحق بن جاتا ہے (جیسا کہ خلفائے ثلثہ کو تمہارے برحق خلیفہ تسلیم کرنے سے ظاہر ہے لہٰذا اب تمھیں میری بیعت سے انکار کا کوئی حق نہیں ہے) حضرت کے اس خط سے معلوم ہوا کہ آپنے اوسکو الزاماً لکھا تھا نہ کہ آپ کا عقیدہ تھا اور اوس کا ثبوت معاویہ کی اوس عبارت سے اور واضح ہو جاتا ہے جو معاویہ نے حضرت کو لکھی تھی چنانچہ وہ عبارت ہم شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۲۳۶ سے نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

وادفع الینا قتلۃ عثمان واعد الامر شوری بین المسلمین لیتفقوا علی من ھو للہ رضا۔	آپ ہمیں عثمان کے قاتلوں کو دیدیجئے اور خلافت کے مسئلہ کو پھر امت کے حوالہ کر دیجئے تاکہ مسلمان شوری کر کے

کسی ایک شخص پر اجماع کرلیں کہ جو اللہ کا پسندیدہ ہو۔ اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ معاویہ کے نزدیک اگر کسی شخص پر اتفاق کرلیں تو وہ خدائی پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ حضرت نے اونکے اوسی قسم کے عقائد کو اپنے خط میں ذکر فرمایا ہے تاکہ اونہیں انکار بیعت کا حیلہ نہ مل سکے اسکی تفصیل آئندہ آتی ہے۔

اگر آپ کا عقیدہ بھی ایسا ہی ہوتا تو شوریٰ کے وقت یہ نہ فرماتے کہ میں شیخین کی سیرت پر عمل نہیں کرونگا۔ بلکہ کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل پیرا ہونگا اور اسی بنا پر عثمان خلیفہ ہوگئے کیونکہ موصوف سیرت شیخین پر عمل کرنیکے لئے تیار ہو گئے۔

چنانچہ ملاحظہ ہو صحیح بخاری مع فتح الباری جلد ۶ ص ۶۳۲ نیز تاریخ الخلفاص ۱۰۴ صواعق محرقہ ص ۶۳ روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۱۶۹ الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۲۵ نیز شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۸۰ ہم شرح فقہ اکبر کی عبارت پیش کرتے ہیں

فاخذ عبد الرحمٰن بید علی فقال اولیك ان تحکم بکتاب اللہ و سنۃ رسولہ وسیرۃ الشیخین فقال علی احکم بکتاب اللہ و سنۃ رسولہ واجتھد برائی ثم قال لعثمان مثل ذلك فاجابہ الخ	عبدالرحمان ابن عوف نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تمھیں والی و خلیفہ بناتا ہوں مگر اس شرط پر کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اور سیرت ابوبکر و عمر پر عمل کرو حضرت علی نے فرمایا کہ میں قرآن و حدیث پر تو عمل کرونگا مگر ابوبکر و عمر

کی سیرت پر عمل نہیں کروں گا بلکہ اپنی رائے کے مطابق عمل کرونگا اس کے بعد عبدالرحمان بن عوف نے عثمان سے کہا کہ تم اس شرط پر راضی ہو اونہوں نے کہا جی ہاں میں قرآن و حدیث اور ابوبکر و عمر کی سیرت پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوں پس عثمان کی بیعت کر لیگئی اور وہی خلیفہ ہو گئے۔

اب مطلب بالکل صاف ہو گیا کہ حضرت کے نزدیک سیرت شیخین دین الٰہی نہ تھا اور

آپ کا دین اُن کے دین کے خلاف تھا ورنہ اگر سنت شیخین کو آپ دین الٰہی سمجھتے تو کبھی اُن کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار نہ فرماتے یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت اون کے اقوال و افعال کو ناپسند کرتے تھے۔ اون کے طرزِ عمل پر راضی نہ تھے اور یہ حضرت کی ناراضی کی گیارہویں دلیل ہے۔ ان زبردست گیارہ دلیلوں کے بعد کون شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت علیؑ اور شیخین میں اتحاد تھا۔

جناب امیر کا دوسرا خط جو معاویہ کو اُسکے اعتقاد کے مطابق تحریر کیا ہے۔ یہ وہ مکتوب ہے کہ جو موجودہ زمانہ میں شرح نہج البلاغہ ابن ہیثم سے پیش کیا جاتا ہے اور اسکا ابتدائی حصہ اپنے مطلب کے خلاف سمجھ کر نکال دیا جاتا ہے اور محض آخری جزو بیان کیا جاتا ہے اور وہ بھی قطع و برید کے بعد تاکہ اتحاد خلفائے ثابت ہو جائے خواہ خیانت اور کذب بیانی کا عیب افراد مذہب کے اِس گمراہ کن طریقہ سے مذہب تک سرایت کر جائے۔ ہم اس وقت اوسی آخری حصہ کو لکھتے ہیں کہ جو اس زمانہ میں پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

(خیانت کردہ عبارت)	(اصل عبارت)
وکان افضلهم فی الاسلام و	وکان افضلهم فی الاسلام و
انصحهم لله ورسوله الخليفة	انصحهم لله ورسوله کما زعمت
الصديق وخليفة الخليفة الفاروق	الخليفة الصديق وخليفة الخليفة
ولعمری ان مکانهما فی الاسلام	الفاروق ولعمری ان مکانهما

لعظیم وان المصاب بهما الجرح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ و جزاھما باحسن ما عملا۔	فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما الجرح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ وجزاھما باحسن ما عملا ۔

یہ ایک لفظ زعمت ایسا لفظ ہے کہ اگر اس کو نکالدیا جائے تو یہی کلام حضرت کا عقیدہ بنجائے اور اگر باقی رہے جیسا کہ اصل عبارت میں ہے تو یہ معاویہ کا عقیدہ ہے اس خط میں حضرت نے جو کچھ فضائل ابوبکر وعمر کے نقل کئے ہیں وہ معاویہ کے زعم کے مطابق نقل فرمائے ہیں نہ کہ اپنے عقیدہ کا اظہار ہے مگر موجودہ زمانہ میں عوام وجہال طبقہ کو دھوکا دینے اور اپنے انتفاع دنیوی کی غرض سے صحیح واقعات چھپانے کی کوشش کیجاتی ہے اور احکام خدا ورسول کو پس پشت ڈالدیا جاتا ہے فبئسما یبنترون ۔

حضرت نے بجائے لفظ اعتقاد وغیرہ لفظ زعم اس لئے تحریر فرمایا ہے کہ معاویہ کے خیال باطل کا بطلان بھی ظاہر ہوجائے کیونکہ یہ لفظ عرب میں اوس وقت بولا جاتا ہے جبکہ متکلم کے نزدیک مخاطب کے عقائد باطل وکاذب ہوں ۔ چنانچہ ملاحظہ ہو کتاب منجد ص ۳۰۶

عرب کی عادت ہے کہ جب کوئی شخص کچھ کہے اور وہ اُن کے نزدیک غلط وکذب ہو تو وہ لوگ کہتے ہیں زعم	من عادتهم ان من قال کلاماً وکان عندھم کاذبا یقولون فیہ زعم فلان ۔

یعنی اُس کا یہ اعتقاد غلط و کذب ہے پس حضرت کا مطلب یہ ہوا کہ اے معاویہ یہ سب فضائل و مدائح خلفاء جو تمہارے خیال و اعتقاد میں ہیں میرے نزدیک غلط و باطل و کذب ہیں۔

اب بھلا کون شخص ہے کہ جو اس کلام سے خلفاء ثلثہ کے ساتھ حضرت کا اتحاد ثابت کر سکے۔ اور اس کلام کو حضرت کا عقیدہ بیان کر سکے؟ اب ہم اُس عبارت کا ترجمہ بھی لکھے دیتے ہیں تاکہ عبارت مذکورہ کے غلط معنے بیان کرنے والوں سے برادرانِ اسلام ہوشیار ہو جائیں۔

اور (اے معاویہ) تیرے خیال باطل کے مطابق اسلام میں سب سے بڑے اور مخلص خدا اور رسول خلیفہ صدیق اور خلیفہ کا خلیفہ فاروق ہیں اور میں تم اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان دونوں کا اسلام میں ہونا سخت دشوار تھا اور ان دونوں کے سبب سے جو مصیبت پہونچی ہے وہ اسلام میں ایک شدید زخم تھا خدا اُن پر رحم کرے اور جو ان دونوں نے اچھا عمل کیا ہے۔ اُس کا بدلہ دیوے۔

اسکے علاوہ ہم اس عبارت کے متعلق ایک اور ثبوت پیش کرتے ہیں کہ یہ حضرت کا عقیدہ نہ تھا بلکہ معاویہ ہی کا عقیدہ تھا لہذا ہم وہ اصل خط پیش کرتے ہیں جو معاویہ نے حضرت کو لکھا تھا جسکے جواب میں حضرت نے یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۲۳۶ سطر ۴ ۳ طبع ایران۔

معاویہ کا خط حضرت علیؑ کے نام

فکان افضلهم مرتبة واعلاهم عند الله والمسلمین منزلة الخلیفة الاول الذی جمع الکلمة وقاتل اهل الردة ثم الخلیفة الثانی الذی فتح الفتوح واذل رقاب المشرکین الخ

اور بحیثیت مرتبہ تمام مسلمانون میں افضل اور خدا اور مسلمانوں کے نزدیک بحیثیت منزلت سب مسلمانوں سے اعلی ابوبکر خلیفۂ اول تھے جنھوں نے کلمہ کو جمع کر دیا اور اہل رِدہ سے قتال کیا پھر اُن کے بعد عمر خلیفۂ ثانی کا درجہ ہے جنھوں نے بکثرت فتوحات کئے اور مشرکین کی گردنوں کو جھکا دیا۔

اس کے بعد معاویہ نے اسی خط میں لکھا تھا کہ اے علیؑ تم ان دونون کے دشمن رہے اور ان کی موت سے خوش ہوئے چنانچہ معاویہ کے خط میں یہ فقرہ ہے

واظهرت الشماتة بمصابه اے علیؑ تم نے اونکی مصیبت کے ساتھ اظہار شماتت کیا۔

اسی فقرہ کا جواب حضرت نے تحریر فرمایا ہے وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید پس معلوم ہوا کہ یہ جو کچھ حضرت نے تحریر فرمایا تھا محض معاویہ کے خیالات و اعتقادات کا خاکہ تھا نہ کہ خود حضرت کا اعتقاد تھا۔

اور حضرت اس قسم کے مجمل اور گول گول الفاظ کہ جس سے مفسدین زمانہ اپنا مقصد نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اصل واقعہ کو چھپاتے ہیں محض اسلئے تحریر فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں بالتصریح اپنے خیالات کا اظہار شیخین کے متعلق

کروں گا تو اس سے اور فسادات کا اندیشہ ہے بلکہ اپنے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ
ہو جانے کا یقین ہے کیونکہ معاویہ اپنے لشکر والوں کو سنا دینگے اور اس سے ان کے
دلوں میں عداوت اور بیٹھ جائے گی چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ
جلد ٢ ص ٢٣٦ سطر ٢٠ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وکان معاویة یسقط علیا
ویبتغی ما عساہ یذکرہ
من حال ابی بکر و عمر وانهما
غصباہ حقه ولا یزال یکیدہ
بالکتاب یکتبه لینفث بما
فی صدرہ من حال ابی بکر
فیجعل ذلک حجة علیه عند
اهل الشام (الی ان قال)
فکان الجواب مجملا غیر بین
لیس فیه تصریح بالتظلیم لهما
ولا التصریح ببرائتهما و
تارة یترحم علیهما وتارة
یقول اخذا حقی وقد ترکتہ الخ

معاویہ علی علیہ السلام کو لوگوں کی نظروں میں گرانا
چاہتا تھا اور اس کا مطلب ہوتا تھا کہ
حضرت صاف صاف ابوبکر و عمر کی حالت
لکھدیں اور یہ ذکر کر دیں کہ ان دونوں
نے حضرت کے حق کو غصب کر لیا معاویہ اسی
وجہ سے برابر مکر و فریب سے بھرے ہوئے خطوط
حضرت کی خدمت میں بھیجتا تھا کہ حضرت
اپنے دل کی حالت ابوبکر و عمر کے متعلق لکھ
دیں تاکہ اہل شام کو سنا کر حضرت سے
ان کی خصومت میں تقویت پہونچا دے
مگر حضرت جب معاویہ کو ان خطوط کا
جواب دیتے تھے تو بالکل مبہم گول گول
الفاظ میں ابوبکر و عمر کے ظلم کی تصریح

نہیں فرماتے تھے اور نہ ان دونوں سے تبرے کا اظہار کرتے تھے بلکہ کبھی اون کے متعلق ترحم کے کلمات لکھتے تھے (جیسا کہ زیر بحث خط میں ہے) اور کبھی لکھتے تھے کہ ان دونوں نے میرا حق لیلیا مگر میں نے اوسکو ترک دیا۔

پس معلوم ہوا کہ خلفائے ثلثہ کے متعلق جو کچھ حضرت کے خطوط میں بظاہر مدح کا شائبہ پایا جاتا ہے وہ اسی بنا پر ہے ورنہ حضرت کا ان کو غاصب وغیرہ سمجھنا آپکے دیگر بیانات سے واضح ہے پس مفسدین ان خطوط سے اتحاد خلفاء پر دلیل نہیں پیش کرسکتے۔ ہمارے اس بیان سے حضرت علیؑ کے اوس مراسلہ پر بھی کافی روشنی پڑ گئی کہ جس میں حضرتؑ نے اپنی بیعت کو معاویہ کے الزام دینے کیلئے مثل بیعت ابوبکر وعمر فرمایا ہے چنانچہ آپ نے وہ مراسلہ معاویہ کے حسن عقیدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھا ہے وہ معاویہ کے خط کے اُن الفاظ سے ظاہر ہے ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۲۳۶

اب رہا معاویہ کے متعلق حضرت کا خیال اسکو حضرتؑ نے متعدد مرتبہ معاویہ کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا ہے چنانچہ ایک خط میں حضرت نے تحریر فرمایا۔

واما قولك انا بنو عبد مناف فكذلك نحن ولكن ليس امية كهاشم ولا حرب كعبد المطلب ولا ابو سفيان كابي طالب ولا المهاجر كالطليق ولا الصريح كاللصيق ولا المحق كالمبطل ولا المومن كالمدغل ولبئس الخلف يتبع سلفا هوى في نار جهنم الخ اور اے معاویہ تیرا یہ بیان کہ ہم دونوں بنی عبد مناف ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں اور

تجھ میں کوئی فرق نہیں ہے بالکل غلط ہے کیونکہ تیرا جد اعلیٰ امیہ جناب ہاشم کے مثل نہ تھا اور نہ تیرا دادا حرب بن امیہ جناب عبدالمطلب کے مثل تھا اور نہ تیرا باپ ابوسفیان جناب ابوطالب کے مثل تھا اور نہ طلیق (یعنی وہ لوگ جو یوم فتح مکہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے اسیر کئے گئے اور پھر احسان رکھکر یا فدیہ لیکر آزاد کئے گئے معاویہ اور اس کا باپ ابوسفیان دونوں طلیق تھے) مہاجر کے مثل ہو سکتا ہے۔ (یعنی میں مہاجر ہوں اور تو طلیق لہٰذا میں اور تو برابر نہیں ہو سکتے) اور نہ لصیق (جس کا نسب صحیح نہ ہو) صحیح النسب کے برابر ہو سکتا ہے (یہ حضرت نے اسلئے فرمایا کہ امیر معاویہ کی ماں ہندہ جس نے جناب حمزہ کا جگر کھایا تھا۔ اس کا تعلق چار شخصوں سے تھا اور بقول بعض مورخین دس شخصوں سے تھا انہیں تعلقات کے درمیان میں حضرت معاویہ کا حمل قرار پایا اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کس کا نطفہ ہے اکثر لوگ ان کو عباس کا بتلایا کرتے تھے کیونکہ منجملہ اُن چار شخصوں کے عباس سے بھی ہندہ کے گہرے تعلقات تھے اسی بنا پر حضرت نے ان کو لصیق یعنی مجہول النسب کہا ہے۔ چنانچہ علامہ سبط ابن جوزی کے تذکرہ خواص الامہ ص ۱۵۰ میں ہے۔

اما علمت ان بعض قریش فی الجاھلیۃ یزعمون انی للعباس

خود معاویہ نے یزید سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہیں نہیں معلوم ہے کہ بعض قریش جاہلیت میں گمان کرتے تھے میں عباس کے نطفہ سے ہوں۔

اس کے بعد پھر علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

وکان عمارہ ومسافر وعباس	عمارہ اور مسافر اور عباس ابوسفیان کے
من احباب ابی سفیان متھمین	دوست تھے اور یہ لوگ ہندہ کیساتھ متہم
بالھند فاما عمارۃ بن ولید	تھے اور عمارہ بن ولید قریش کے خوبصورت
فکان من اجمل رجال القریش	لوگوں میں تھا۔

اسکے بعد پھر علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

وکانت ھند من المغتلمات وکانت	اور ہندہ نہایت شہوت والی عورت تھی
تمیل الی السودان من الرجال	اور کالے رنگ والے لوگوں کی طرف زائد
فکانت اذا ولدت ولدا اسود	تر مائل تھی پس جب کوئی کالا بچہ پیدا ہوتا
تقتلنہ	تھا تو اسکو مار ڈالتی تھی۔

نیز علامہ زمخشری ربیع الابرار میں اسی ہندہ کی حالت تحریر فرماتے ہیں۔

کان ابوسفیان ذمیما قصیرا و	ابوسفیان کمزور پست قد آدمی تھے
کان الصباح عسیفا لابی سفیان	اور صباح ان کا مزدور موٹا تازہ جوان
شابا وسیما فدعتہ ھند	خوشرو تھا اس وجہ سے ہندہ کی طبیعت
الی نفسھا۔	ادھر آگئی۔ (از المحاسن ص ۵۴ و ص ۵۵)

لہذا معلوم ہوا کہ امیر معاویہ لصیق (مجہول النسب) تھے

اسکے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ نہ باطل پرست حق پرست کے برابر ہوسکتا ہے اور نہ مدغل (شک کرنے والا) مومن کے مثل ہوسکتا ہے اور بد ترین خلف

وہ ہے جو اپنے اون اسلاف کا پیرو ہو جو جہنم میں جھونکے جائیں گے۔

جناب امیرؑ کا دوسرا خط جو معاویہ کے جواب میں لکھا ہے۔

منا النبی ومنکم المکذب ومنا اسد اللہ ومنکم اسد الاحلاف ومنا سید شباب اہل الجنۃ ومنکم صبیۃ النار ومنا خیر نساء العالمین ومنکم حمالۃ الحطب فی کثیر مما لنا وعلیکم

اے معاویہ ہم میں سے نبیؐ ہے اور تم میں سے نبیؐ کا جھٹلانے والا اور ہم میں سے اسد اللہ (حمزہ) ہے اور تم میں سے اسد الاحلاف (ابوسفیان معاویہ کا باپ جو حلف کرکے آنحضرتؐ سے قتال کرنے کیلئے لشکر جمع کرتا تھا) اور
اور ہم میں سے جوانان بہشت کے سردار ہیں (حسنؑ حسینؑ) تمہاری اولاد جہنمی ہے (آنحضرت نے خبر دی تھی کہ یہ لوگ دین سے خارج ہو جائیں گے یہ لوگ جہنمی ہیں شرح نہج علامہ محمد بن عبدہ ص ۳۳

اور ہم میں سے تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں (جناب فاطمہ زہرا سیدہ نساء عالمین) اور تم میں سے حمالۃ الحطب ہے (ام جمیل معاویہ کی پھوپی جو لکڑیوں کا گٹھا سر پر لاد کر لایا کرتی تھی جس کی مذمت قرآن مجید کے سورہ تبت میں ہے) اور اُسکے علاوہ ہمارے بکثرت فضائل اور تمہارے بکثرت معائب ہیں۔

جناب امیرؑ کا تیسرا خط معاویہ کے نام

وقد دعوتنا الی حکم القرآن ولست

اے معاویہ تونے ہمیں قرآن کی طرف دعوت

من اهله ولسنا اياك اجبنا ولكنا اجبنا القرآن
دی ہے حالانکہ تو قرآن ماننے والوں میں نہیں ہے اور ہمنے تیری دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ قرآن کی دعوت پر لبیک کہی

جناب امیر کا چوتھا خط معاویہ کے نام

انا امنا وکفرتم امس والیوم انا استقمنا وفتنتم
اے معاویہ کل کی بات ہے کہ ہم مومن تھے اور تم کافر تھے اور آج بھی ہم اوسی صراط مستقیم پر باقی ہیں اور تم گمراہ ہو

ان تمام خطوط کے بعد بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت کے نزدیک معاویہ دین حق پر نہ تھے اور حضرت سے بغاوت کرنے کے بعد اُن کا خارجی ہونا بالکل ظاہر ہو گیا چنانچہ علامہ شہرستانی اپنی کتاب ملل ونحل ص ۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیا۔
جو شخص امام برحق پر کہ جسکو مسلمانوں کی جماعت نے امام بنالیا ہے خروج کرے تو وہ خارجی ہے

نیز علامہ مقریزی خطط جلد ۲ صفحہ ۳۶۰ میں لکھتے ہیں کہ ابو الحسن اشعری کے عقائد میں سے یہ بھی ہے اقول فی معاویۃ وعمرو بن العاص انھما بغیا علی الامام الحق علی بن ابی طالب فقاتلھم مقاتلۃ اھل البغی
معاویہ اور عمرو عاص کے متعلق لکھتا ہوں کہ ان دونوں نے امام برحق علی بن ابی طالب بغاوت کی پس حضرت نے اون سے ویسا ہی مقاتلہ کیا جیسا کہ باغیوں سے کیا جاتا ہے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ معاویہ کی خطائے اجتہادی تھی چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب کا قول علامہ صدیق حسن خان نے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو ہدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل ص۱۱۵۔

مختار شاہ عبد العزیز در بعض افادات خود ش انیست کہ حرب معاویہ با علیؓ خالی از شائبہ نفسانیت نبود و قول بخطائے اجتہادی ضعیف است

شاہ عبد العزیز کا مختار اون کے بعض افادات میں یہ ہے کہ معاویہ کا حضرت سے جنگ کرنا اوسکی نفسانیت سے خالی نہیں ہے اور اسکی خطائے اجتہادی کا قول ضعیف و کمزور ہے

اِن تمام خطوط کے بعد ہمارے برادران اسلام موجودہ زمانہ کے ایمان فروش افراد کی دروغ بافیوں سے انشاء اللہ محفوظ رہیں گے اور آنحضرت صلعم کے اوس قول پر عمل کریں گے جو صواعق محرقہ ص۱۱۲ اور مشکوۃ شریف ص۵۶۲ اور ترمذی شریف میں ہے۔

وقد ثبت ان رسول اللہ قال لعلیؓ و فاطمۃؓ والحسنؓ و الحسینؓ انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم۔

یہ بات یقیناً پایہ ثبوت تک پہونچ گئی ہے کہ آنحضرت نے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کیلئے ارشاد فرمایا ہے کہ جوان حضرات سے جنگ کرے اوسکی مجھ سے جنگ ہے۔ اور جو

اِن حضرات سے مصالحت رکھے اوسکی مجھ سے مصالحت ہے پس جس شخص نے امین سے کسی سے جنگ کی ہو اوسکی جنگ کا اثر رسول اللہؐ تک پہونچتا ہے اور رسول اللہ سے

جنگ کے نیکا نتیجہ بدیہی ہے۔

اس مطلب کے آخر میں ہم اتنا اور عرض کردیں کہ حضرت امیرؑ کا ایک خط جو ممالک اسلامی میں بہیجا گیا تہا اوس میں حضرتؑ نے اپنے اور اہل شام کی درمیانی واقعات لکھے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ بظاہر اہل شام ہماری طرح کلمۂ شہادتین وغیرہ کا اظہار کرتے تھے اور سوائے خونِ عثمان کے اونمیں اور ہم میں کوئی اختلاف نہ تھا یعنی ظاہر میں وہ اور ہم متحد معلوم ہوتے تھے۔ لیکن اون کے افعال اور اُن کا طرز عمل اسی خون عثمان کے متعلق بالکل واضح ہے۔ کہ امام برحق پر ناحق خروج کیا اور آنحضرتؐ کی پیشینگوئی کے مطابق جو عمار صحابی کے متعلق ارشاد فرمائی تھی (یا عمار تقتلك الفئة الباغية اے عمار تمھیں باغی گروہ قتل کریگا)

معاویہ اور اونکے لشکر نے بغاوت کی جس کا نتیجہ بدیہی ہے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں لہذا اوس خط میں لفظ والظاھر کو پیش نظر رکھکر مطلب فہمی میں کوشش کیجائے۔

نیز کنز العمال جلد ۶ ص ۸۹ میں ہے حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا من سوی بیننا وبين عدونا فليس منا یعنی جو شخص ہمیں اور ہمارے مقابل دشمن کو برابر سمجھے وہ ہمارے دین سے خارج ہے۔
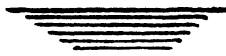
جناب امیر علیہ السلام کا تلوار نہ اوٹھانا

فرقۂ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں حضرت علیؑ اور دیگر اصحاب اخیار نے بوجوہ ذیل تلوار نہیں اُٹھائی حضرات اہلسنت والجماعت بھی ان وجوہ میں متحد ہیں چنانچہ ہم اون کی مستند کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔

وجہ اوّل کنز العمال جلد ۶ کتاب الفتن ص ۶۹ طبع حیدرآباد دکن میں ہے

قال رسول الله يا علي كيف انت	رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ اوس وقت
اذا زهد الناس في الاخرة ورغبوا	تمہارا کیا حال ہوگا جب لوگ آخرت کو چھوڑ کر
في الدنيا واكلوا التراث اكلا لما	دنیا کی طرف رغبت کریں گے اور مال وراثت
واجموا المال حبا جما واتخذوا دين	کو جمع کرکے کھا جائینگے اور مال کو بہت زیادہ
الله دخلا ومال الله دولا قلت	محبوب رکھینگے اور دین خدا کو مکر و فریب
اتركهم وما اختاروا واختار الله	کا آلہ کار بنائینگے اور خدا کا مال آپسمیں تقسیم
ورسوله والدار الاخرة واصبر على	کرلیں گے حضرت علیؑ نے عرض کی میں انکو
مصائب الدنيا وبلواها حتى الحق	مع اُن کے پسندیدہ اُمور کے اونکی حالت
بك انشاء الله قال صدقت اللهم	پر چھوڑ دوں گا اور میں خدائے عز و جل او
افعل ذلك به رواه الثقفي	اُس کے رسول اور آخرت کو پسند کرونگا
في الاربعين۔	اور دنیاوی مصائب و آلام پر صبر کرونگا

یہانتک کہ بعد موت آپ کی خدمت میں پہونچوں۔ آنحضرت نے فرمایا اے علیؑ تم نے بہت ٹھیک کہا یا اللہ تو علی کو اسی طرح کردے کہ یہ صبر پر قائم رہیں اور آخرت کو پسند کریں) اس روایت کو ثقفی نے بھی اربعین میں لکھا ہے۔

روایت مذکورہ باختلاف لفظ لیکن باتفاق مطلب خصائص سیوطی جلد ۲ ص ۱۱۵ اور صواعق محرقہ ص ۷۲

نیز خصائص سیوطی جلد ۲ ص ۱۳۸ و روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۳۶۳ میں بھی ہے اسکے علاوہ ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۱۲۵ میں ہے۔

عن علیؑ قال ان مما عهد الی النبیؐ ان الامۃ ستغدر بی بعدہ۔

جناب امیر فرماتے ہیں کہ منجملہ اون عہدوں کے جو آنحضرتؐ مجھ سے لئے تھے ایک عہد یہ بھی ہے کہ امت زمانہ قریب ہی میں آنحضرتؐ کے بعد مجھ سے منہ پھیر لیگی۔

اور مدارج النبوۃ میں ہے۔

یا علیؑ بعد از من بسے مکروہات زمانہ بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوی و چوں بینی کہ مردمان دنیا را اختیار کردند تو دین را اختیار کنی و راہ صبر پیش گیری

آنحضرت نے فرمایا اے علی میرے بعد تمھیں بہت کچھ تکلیفیں پہونچینگی دیکھو تم دل تنگ نہ ہونا اور جب یہ دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے تو تم دین ہی کو اختیار کرنا اور صبر سے کام لینا

جناب امیرالمومنین نے ہمیشہ صبر سے کام لیا اور آنحضرتؐ کے عہد پر باقی رہے اگرچہ تکلیفیں بہت کچھ پہونچیں مگر حضرت ثابت قدم رہے چنانچہ ابو الفدا، جلد۲ ص۵۶ طبری ص۲۷۸۶ تاریخ کامل ابن اثیر جلد۳ ص۲۷ میں ہم تاریخ ابن اثیر سے پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

لیس ھذا اوّل یوم تظاہرتم فیہ علینا فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون ما ولیت عثمان الا لیرد الامر الیک۔

وقتِ شوریٰ جب عبدالرحمان نے عثمان کی بیعت کر لی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آج پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر ظلم کیا ہو (اس سے پہلے بھی ظلم کر چکے ہو) تمھاری اِن کارروائیوں پر خدا ہمارا مددگار ہے ہم صبر جمیل اختیار کرتے ہیں اور اے عبدالرحمان تو نے محض اِس طمع میں عثمان کو خلیفہ بنایا ہے کہ کل وہ تجھے خلافت سپرد کر دے۔

نیز تاریخ اعثم کوفی ص۸۳ جلد اوّل طبع بمبئی میں ہے۔

قسم بخدا اگر رسول او محمدؐ با ما عہد نمیکرد و ما را ازین کار خبر نمی داد من حق خویش را نہ گذاشتمی وانرا ہرگز بہیچکس ندادمی و در تحصیل حق خویش میکوشیدمی تا بدان درجہ کہ اگر پیش از رسیدن بمقصود در معرض ہلاکت بودمی باک نداشتمی

حضرت امیرؑ نے وقت شوریٰ جب عثمان خلیفہ بنا دیے گئے تو ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم اگر رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ ہم سے عہد نہ لیتے اور ہمیں ان واقعات کی اطلاع نہ دیدیتے تو میں اپنا حق کبھی نہ چھوڑتا اور نہ کسی کو لینے دیتا اور اپنا حق حاصل کرنے میں اتنی کوشش کرتا کہ اگر مقصد حاصل کرنے

میں معرض ہلاکت میں بھی پڑ جاتا تو کوئی پرواہ نہ کرتا۔

اس عبارت سے مطلب بالکل صاف ہوگیا کہ حضرت کے بازوؤں میں وہی قوت موجود تھی کہ جسکے جوہر بدر واحد وغیرہ کے میدان میں آشکار ہو چکے تھے اور وہی ذوالفقار قبضہ میں تھی کہ جس نے ہزارہا شجاعان عرب کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا مگر مجبور تھے تو بس اس سے کہ آنحضرت نے عہد لیلیا تھا۔

آنحضرت کی ان حوادث و واقعات کے متعلق پیشینگوئیاں کتب صحاح میں بکثرت موجود ہیں اور جن لوگوں نے ان مظالم و حوادث کے زمانہ میں اپنا فرض دریافت کیا ہے تو آنحضرتؐ نے برابر امر بصبر فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۷ طبع دہلی میں ہے۔

عن حذیفۃ قال قال تکون بعدی ائمۃ لایھتدون بھدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال قلت کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذلک قال فاسمع واطع وان ضرب ظھرک واخذ مالک	حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے یہ پیشینگوئی فرمائی کہ میرے بعد کچھ ایسے پیشوا ہونگے جو میرے بتائے ہوئے دین پر نہیں چلیں گے اور نہ میری سنت پر باقی رہیں گے اور عنقریب ہی اُمت میں ایسے لوگ (خلافت کیلئے) کھڑے ہو جائیں گے کہ جنکے دل شیطانی اور جسم انسانی ہوں گے حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں

اُن کے زمانہ میں موجود ہوں تو میرا کیا فریضہ ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اون کے احکام کو سُن لینا اور اونکی اطاعت کر لینا اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور تیری پشت زخمی کر دیجائے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت کے بعد ہی کچھ ایسے پیشوا ہونے والے تھے کہ جو دین خدا اور سنت رسول کے خلاف بدعات کرنیوالے تھے اور اون کے دل شیطانی اور جسم انسانی تھے یعنی ان لی شیطانا یعتر یتی کے مصداق تھے ایسی سخت مصیبت کے زمانہ میں آنحضرتؐ نے مومنین کیلئے صبر کا حکم دیا اور اون کی طاعت کی ہدایت فرمائی لہذا معلوم ہوا کہ امیر المومنین کے علاوہ دیگر مومنین بھی آنحضرتؐ کی طرف سے صبر پر مامور تھے اگرچہ اُون کا مال لوٹ لیا جائے اور اونہیں زدو کوب بھی کیجائے اس لئے حضرت امیر نے بھی صبر فرمایا اگرچہ سخت ترین تکلیفیں آپ کو پہونچائی گئیں۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے سخت مصائب کے وقت جبکہ کسی جابر ظالم و بیدین کیطرف سے خلاف دین خدا و سنت رسول احکام کی پابندی عائد کیجائے تو اون احکام کو تسلیم کر لینا چاہئے اور اون کی اطاعت کرنا اپنا فرض سمجھنا چاہئیے یہی وہ مسئلہ ہے کہ جسکو اہلتشیع تقیہ کہتے ہیں۔

وجہ دوم استیعاب جلد اول ص ۱۸۳ طبع حیدر آباد دکن میں ہے
ان اللہ عزوجل لما قبض النبیؐ جناب امیر فرماتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے

قلنا نحن اولياءه فلا ينازعنا سلطانه احد فابى علينا قومنا فولوا غيرنا وايم الله لولا مخافة الفرقة و ان يعود الكفر ويبور الدين لغيرنا فصبرنا على مضض الالم۔

دنیا سے رحلت فرمائی تو ہم نے کہا کہ ہم آنحضرتؐ کے وارث ہیں خلافت کے متعلق کوئی ہم سے نزاع نہ کرے گا مگر قوم نے ہماری مخالفت کی اور غیر کو خلیفہ بنا لیا اور خدا کی قسم اگر دین میں تفرقہ پڑ جانے اور کفر کے پھر پلٹ آنے اور دین خدا و رسول کے برباد ہونے کا اندیشہ ہوتا تو ہم انکی ساری کارروائیوں کو الٹ دیتے پس ہم نے سخت ترین تکلیف و مصیبت پر صبر کیا۔

نیز روضۃ الاحباب جلد ۴ ص ۲۳۴ طبع لکھنؤ میں ہے حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے اس امر کو اپنے غیر پر بمقتضائے وقت اسوقت اس وجہ سے تسلیم کر لیا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ سلامتی مسلمانوں کی اسی تنزل و تسلیم میں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ظلم وجور مخصوص میری ذات پر ہے نہ مسلمانوں پر۔

حضرت امیرؑ کو دین کے متعلق اوسی قسم کا خوف و اندیشہ تھا کہ جس قسم کا آنحضرتؐ کو پیش آیا تھا۔ آنحضرتؐ نے بھی باوجود اس کے کہ مفسدین کو پہچانتے تھے اور منافقین کو جانتے تھے مگر پھر بھی اُن کو نہ تو قتل کیا اور نہ اون کو اپنی صحبت سے الگ کیا چنانچہ فتح الباری جلد ۴ ص ۲۰۴ میں ہے

فاستمر صفحه وعفوه عمن يظهر جناب سالتمآبؐ ہمیشہ اون لوگوں سے

الاسلام ولوکان باطنه علی خلاف ذلک لمصلحۃ الاستیلاف۔ جو اسلام کو ظاہر کرتے تھے اور باطن انکا اُس کے خلاف ہوتا تھا چشم پوشی فرماتے تھے اور اُن کا خون معاف رکھتے تھے اور اسمیں مصلحت تالیف قلب تھی۔ اور اُن کا مانوس کرنا مطلوب تھا (کیونکہ ارتداد کا خوف تھا)

نیز فتح الباری جلد ۲ ص ۱۰۰ میں عائشہ سے مروی ہے

لولا ان قومك حديث عهد بالكفر لنقضت الكعبة وردها على قواعد ابراهيم وجعلت لها بابا شرقيا وبابا غربيا۔ جناب عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تیری قوم کے لوگ نئے نئے کفر سے نکلے ہوئے نہ ہوتے تو میں کعبہ کو گرا کر اوس بنیاد پر بناتا جس پر حضرت ابراہیم نے بنایا تھا اور اوسکے لئے ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی قرار دیتا

نیز کنز العمال جلد ۲ ص ۲۳ میں ہے آنحضرت منافقین سے جنگ نکرنیکی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

لا يتحدث الناس ان محمدا يقتل اصحابه میں اسلئے منافقین کو قتل نہیں کرتا کہ لوگ یہ تذکرے نہ کریں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ نیز حضرت کا منافقین کو محض اسوجہ سے قتل نہ کرنا کہ لوگ کہینگے کہ محمدؐ اپنے ہی اصحاب کو قتل کرتے ہیں کتب مندرجہ ذیل میں مندرج ہے۔ معالم التنزیل ص ۴۱۲ و ص ۱۴۴ احیاء العلوم جلد ۴ ص ۸۰ سیرت محمدیہ ص ۲۵۶ تفسیر

امام رازی جلد۴ ص ۶۸۶ و ص ۶۸۷ تاریخ خمیس جلد۲ ص ۱۳۹ سیرت حلبیہ ص ۲۰۰ شواہد النبوۃ ص ۱۰۸ -

نیز فتح الباری جلد۲ ص ۹۵ میں عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لولاحد ثان قومك بالكفر لفعلت - اے عائشہؓ اگر تیری قوم کے لوگ نومسلم اور تازہ کفر سے نکلے ہوئے نہ ہوتے تو میں (جو میرا ارادہ ہے کر دیتا)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت امیرؑ نے اسی لیے جنگ نہ کی کہ یہ لوگ ابھی راسخ العقدہ نہیں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے ابائی دین کیطرف ظاہر بظاہر پلٹ جائیں اور کفار کو پھر کافی موقع مل جائے اور جو کچھ اسلام نے ترقی کی وہ بھی برباد ہو جائے رفتہ رفتہ انہیں راستہ پر لانا چاہیئے کیونکہ ان لوگوں سے کم سے کم اتنا تو فائدہ ہے کہ اسلامی اجتماع کا خوف کفار کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے مولفۃ القلوب کو اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔

وجہ سوم شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید جلد ۱ جزو ۲ ص ۵ مطبوع طہران میں ہے۔

فاما قوله لم يكن لى معين الا اهل بيتى فضننت بهم عن الموت فقول مازال يقوله ولقد قاله عقيب وفاته صلعم قال لو وجدت

ابن ابی الحدید فرماتے ہیں کہ جناب امیرؑ کا قول لم یکن لی معین الخ (میرے مددگار نہیں تھے اور چند نفر اہلبیت کو میں موت کے منھ میں دینا نہیں چاہتا تھا) یہ وہ قول ہے کہ جسکو

اربعین ذوی عزم ذکر ذلک نصر بن مزاحم فی کتاب صفین و ذکرہ کثیر من ارباب السیر۔

حضرت برابر فرماتے تھے اور آنحضرت کی وفات کے بعد بھی فرمایا تھا اور یوں فرمایا تھا کہ کاش مجھے چالیس مددگار پختہ ارادہ والے ملجاتے حضرت کے اس قول کو علامہ نصر بن مزاحم نے کتاب صفین میں نقل کیا ہے اور بکثرت ارباب سیر و تواریخ نے تحریر کیا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ابن حجر مکی

ان علیاً کثیر الاعداء

حضرت علیؑ کے دشمن بکثرت تھے۔

نیز علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

کان اھل البصرۃ کلھم یبغضون علیا وکثیر من اھل المدینۃ واما اھل مکۃ فکلھم یبغضون علیا قاطبۃ وکان قریش کلھا علی خلافہ

یعنی تمام اہل بصرہ مکہ اور جمیع قریش اور اکثر ساکنین مدینہ حضرت علی سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔

یعنی سوائے بعض صحابۂ اخیار اور اہلبیتؑ اعزا کے دنیا حضرت کی عداوت پر کمر بستہ تھی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ تمام معرکہائے جنگ میں اور سخت سے سخت غزوات میں ذوالفقار حیدری نے عراق و حجاز کے گھروں میں قہر الہی کی بجلیاں گرادی تھیں فلم یبق بیت من بیوت المشرکین الا وقد دخلہ الوھن بقتل صنادیدھم مشرکین کے گھروں میں کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جسمیں وہ گھر

کے سرداروں کے قتل ہو جانیسے کمزوری نہ پیدا ہو گئی ہو یہانتک کہ یہ خاندان ہاشمی عرب کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا اس خاندان کی کسی فرد کو روئے زمین پر زندہ نہیں دیکھ سکتے تھے ایسی تدبیریں کیجا رہی تھیں کہ جس سے یہ خاندان فنا ہو جائے چنانچہ اسی بغض و عداوت کا نتیجہ تھا جو کربلا کے جنگل میں رونما ہوا۔

وجہ چہارم صحیح مسلم جلد اوّل ص ۴۴۱ و ص ۴۴۲ و ص ۴۴۳ باب حرم مدینہ طبع لکھنؤ و نیز صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۱۰ و ص ۲۱۱ طبع مصر باب حرم مدینہ و دیگر کتب صحاح و تواریخ میں ہے۔

المدینۃ حرم لا یقطع شجرھا و لا یحدث فیھا حدث فمن احدث فیھا حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین لا یقبل منہ صرف و لا عدل، و لا یھراق فیھا دم و لا یحمل فیھا سلاح لقتال، و ذمۃ المسلمین واحدۃ یسعی بھا ادنا ھم فمن اخفر مسلما فعلیہ لعنۃ اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین

مدینہ میں حرم ہے اسکے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں بدعت کی جائے پس جو شخص مدینہ میں کوئی حادثہ کریگا یا حادثہ کرنے والے کو پناہ دے گا تو اُس پر خدا اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اوس کا فرض قبول ہوگا اور نہ اسکا نافلہ قبول کیا جائے گا اور مدینہ میں کسی کا خون نہ بہایا جائے اور نہ مدینہ میں تلوار اُٹھائی جائے قتال کیلئے اور مسلمانوں کی امان یکساں ہے ہر پست سے پست

لا یقبل منه صرف ولا عدل یوم القیمۃ	مسلمان کی امان کا خیال رکھا جائے پس جو شخص کسی مسلمان کو خائف کریگا

اور اُسکی امان کو توڑے گا تو اوسپر بھی خدا کی لعنت اور تمام ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اور جناب علامہ نووی شرح صحیح مسلم ص ۴۴۱ جلد اوّل طبع لکھنؤ میں فقرہ فمن احدث کی یوں شرح بیان کرتے ہیں۔

قال القاضی معناہ من اتی فیھا اثما او آوی من اتاہ وضمہ الیہ وحما	جناب قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ حادثہ کرنے کے معنے ہیں گناہ کرنا پس معنی یہ

ہیں کہ جو شخص مدینہ میں کوئی گناہ کرے یا گناہ کرنے والے کو پناہ دے یعنی یا آثم ہو یا آثم کا پناہ دینے والا ہو اوسپر خدا اور تمام ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اب ذرا حدیث آثما کا ذبا غادرا خائنا کو ملاحظہ کیجئے۔

اِن معتبر کتابوں کی روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے مدینہ میں کیوں تلوار نہ اُٹھائی اور مدینہ سے باہر نکل کر جمل وصفین ونہروان میں وہی خداداد قوت دکھادی جس کا بدر واحد میں لوہا منوا چکے تھے۔

یہ امیر المومنین علیہ السلام کی انتہائی پابندی شریعت مصطفوی تھی کہ بے انتہا ظلم آپ پر ہو گئے مگر قبضۂ شمشیر پر ہاتھ نہ ڈالا اور حرمت مدینہ کا لحاظ فرمایا

وجہ پنجم صحیح مسلم جلد اوّل ص ۴۴۲ طبع لکھنؤ ودیگر کتب صحاح میں ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال سمعت رسول الله يقول من صبر على لأوائها وشدتها كنت له شفيعا او شهيدا يوم القيمة يعنى المدينة۔	عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص مدینہ میں تکالیف ومصائب پر صبر کریگا میں اسکی شفاعت کروں گا یا اُس کا روز قیامت گواہ ہوں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں تکلیفوں پر صبر کرنا سبب شفاعت و باعث گواہی آنحضرتؐ ہے لہذا حضرت علیؑ نے سخت سے سخت مصائب وتکالیف پر صبر سے کام لیا تاکہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جائے۔

ان روایت کے بعد اب حضرت امیرالمومنین پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ خلفائے ثلثہ کے مقابلہ میں تلوار کیوں نہ اوٹھائی اور کیوں صبر وسکون کیساتھ مصائب وتکالیف برداشت کرتے رہے۔

اگر اب بھی کسی متعصب نے زبان کھولی تو ہم ان احادیث صحیحہ کتب صحاح کا جواب طلب کرنے کے علاوہ آنحضرت صلعم کے مصائب وتکالیف شدیدہ کا پیش کرینگے اور آنحضرتؐ کا تحمل وصبر دکھائینگے کیونکہ آنحضرتؐ پر بھی جناب امیر سے کچھ کم مصائب وتکالیف کی افتاد نہ تھی مگر صبر سے کام لیا حالانکہ آنحضرت جناب امیرؑ سے صفت شجاعت وقوت وبہادری میں افضل تھے چنانچہ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۷۴ مع فتح میں یہ حدیث موجود ہے۔

ان النبیؐ کان یصلی عند البیت. وابو جہل واصحابہ لہ جلوس اذ قال بعضہم لبعض ایکم یجی بسلا جزور بنی فلان فیضعہ علی ظہر محمدؐ اذا سجد فانبعث اشقی القوم فجاء بہ فنظر حتی اذا سجد النبی وضعہ علی ظہرہ بین کتفیہ حتی جاءتہ فاطمۃ فطرحتہ عن ظہرہ فرفع راسہ۔

آنحضرتؐ کعبہ کے قریب نماز میں مشغول تھے اور ابوجہل اپنے ساتھیوں سمیت قریب بیٹھا تھا اونمیں سے بعض نے بعض سے کہا تم میں سے کون ہے جو فلاں کی اونٹنی کا خون آلودہ اوجھ لاکر محمدؐ کی پشت پر ڈالدے جبکہ یہ سجود میں جائیں پس اون میں سے ایک بدبخت اوٹھا اور وہ اوجھ لے آیا اور حضرتؐ کے سجدہ کرنے کا منتظر رہا حضرتؐ نے سجدہ کیا تو اوس نے وہ کثافت حضرتؐ کے اوپر ڈالدی یہاں تک کہ آپکی صاحبزادی فاطمہؑ آئیں اور [illegible] آپکی پشت سے اوس کثافت کو اوٹھا کر کھینچی تب حضرتؐ نے سجدہ سے سر مبارک اوٹھایا۔

نیز مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ تبعہ [illegible] صحیح بخاری [illegible] پریس دہلی میں ہے کہ قریش نے آنحضرتؐ کو [illegible] مجنون کہا کاہن کہا شاعر کہا حضرتؐ کے [illegible] آپکے سر مبارک پر کوڑا ڈالا آنحضرتؐ کی گردن کو [illegible]

کی گردن پر جا چڑھا جب آپ کعبہ کے پاس سجدہ میں تھے آپ کے گلے میں اوس نے چادر ڈالکر اس زور سے کھینچا اور اسقدر گلا گھونٹا کہ آپ کی آنکھیں ادبل پڑیں اور آپ کی ریش مبارک اور گیسو پکڑ کے اس زور سے کھینچے کہ اکثر بال اوکھڑ گئے۔

اب برادران اسلام ذرا غور کریں کہ آنحضرتؐ نے کیوں ان مصیبتوں پر صبر کیا کیوں نہ تلوار اُٹھائی۔ جس طرح نبی نے شدائد و تکالیف پر صبر کیا اور تلوار نہیں اُٹھائی اسی طرح وصی نبیؐ نے بھی مظالم پر صبر و تحمل سے کام لیا اور تلوار نہیں اوٹھائی۔

بعض دنیا پرست افراد آنحضرتؐ کے اُس عہد کو جو آپ نے جناب امیرؑ سے لیا تھا جیسا کہ کتب معتبرہ صحاح کے حوالہ سے گذرا غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اونھیں تحصیل مقصد کے دہن میں اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کے مذہب کی سب سے بڑی اور معتبر کتابیں پامال ہوتی جاتی ہیں اور آنحضرتؐ کی پیشینگوئیوں پر حرف آتا ہے جس کا اثر حضور اکرم کی نبوت تک پہونچتا ہے اور فریقین کے باہمی تعلقات و اتحاد میں ناقابل اصلاح ٹھیس لگتی ہے جس کا نتیجہ آپس کے تنازعات و تنفرات سے بڑھتے بڑھتے فساد تک پہونچتا ہے اور شیرازہ اسلام کی پراگندگی کا سبب ہوجاتا ہے لہذا ہم برادران اسلام کو توجہ دلاتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے عہد لے لینے کے بعد حضرت علی کا جنگ

صفین وجمل وغیرہ میں اپنے مقابل کی زیادتیوں کی وجہ سے صف آرا ہوجانا کوئی قابل توجہ اعتراض نہیں ہے بلکہ معترض کی بے سوادی و دنیا طلبی کا نتیجہ ہے کیونکہ آنحضرت نے جہاں علیؑ سے صبر و تحمل کا عہد لیا تھا وہاں یہ بھی پیشینگوئی فرمائی تھی اور عہد لیا تھا کہ علیؑ تمھیں ناکثین وقاسطین ومارقین سے مقاتلہ کرنا ہوگا چنانچہ بروایت ابن عساکر سعید بن ابی جنادہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں تین فرقوں سے جنگ کرنے پر مامور کیا گیا ہوں ناکثین قاسطین ومارقین۔

نیز شرح مقاصد جلد ۲ ص ۲۱۷ و ص ۲۲۳ میں ہے۔

قال رسول اللهؐ انك تقاتل الناكثين والمارقين والقاسطين

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم ناکثین ومارقین وقاسطین سے جنگ کروگے۔

نیز کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۱ طبع دکن میں ابن مسعود سے مروی ہے۔

قال خرج رسول الله فاتی منزل ام سلمة فجاء علی فقال رسول الله یا ام سلمة هذا والله قاتل القاسطين والناكثين والمارقين بعدی رواه حاکم فی الاربعین وابن عساکر۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ ام سلمہؓ کے یہاں تشریف لائے ہی تھے کہ حضرتؑ علی آگئے پس حضرت علی کو دیکھکر آنحضرتؐ نے اُم سلمہ سے کہا کہ یہ علیؑ خدا کی قسم میرے بعد ناکثین ومارقین وقاسطین سے جنگ کریں گے اس روایت کو حاکم نے اربعین

میں لکھا ہے اور ابن عساکر نے بھی نقل کیا ہے۔

نیز کنز العمال جلد ۶ ص ۸۸ کتاب الفتن طبع حیدرآباد میں مخنف ابن سلیم سے اور اسد الغابہ ابن اثیر جزری میں ابو صادق سے مروی ہے۔

عن مخنف بن سلیم قال اتینا ابا ایوب الانصاری فقلنا قاتلت بسیفك المشرکین مع رسول الله ثم جئت تقاتل المسلمین قال امرنی رسول الله بقتل الناکثین والقاسطین والمارقین وعن ابی سعید الخدری قال امرنا رسول الله صلعم بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین فقلنا یا رسول الله امرتنا بقتال هولاء فمع من فقال مع علی بن ابیطالب معه یقتل عمار بن یاسر

مخنف بن سلیم سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوایوب انصاری سے کہا کہ تم نے رسول اللہ کی ہمراہی میں مشرکین سے قتال کیا تھا اور آج مسلمانوں کو قتل کرنے آئے ہو ابوایوب نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے مجھے ناکثین وقاسطین ومارقین سے لڑنے کا حکم دیا ہے اور ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ہم کو رسول اللہ نے ناکثین وقاسطین ومارقین سے قتال کا حکم دیا تو ہم نے پوچھا یا رسول اللہ کس کے ہمراہ ان تینوں گروہوں سے جنگ کریں فرمایا کہ حضرت علی بن ابیطالب کیساتھ جنکی رفاقت میں عمار یاسر بھی شہید ہوں گے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ فقط حضرت علیؑ ہی ان تینوں فرقوں سے
قتال پر مامور نہ تھے بلکہ دیگر اصحاب کو بھی آنحضرتؐ نے قتال کا حکم دیا تھا
اور آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمادیا تھا کہ عمار یاسر بھی علیؑ ہی کیساتھ ہوں گے اور انہیں
کی رفاقت میں قتل کئے جائینگے اور آپ نے یہ بھی پیشینگوئی فرمادی تھی کہ عمار
کو گروہ باغی قتل کریگا چنانچہ تاریخ ابو الفدا میں ہے

فی الحدیث المتفق علیہ ان رسول الله قال یا عمار تقتلك الفئة الباغیة	متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اے عمار تمھیں باغی گروہ قتل کریگا۔

آنحضرتؐ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا چنانچہ تاریخ خمیس اور تاریخ خلاصۃ
الوفا میں ہے کہ جب عمار یاسر قتل ہوئے تو عمرو عاص نے قتال سے ہاتھ کھینچ
لیا اور اہل شام کے اکثر لشکر نے جنگ سے ہاتھ روک لیا معاویہ نے عمرو عاص
سے اس کا سبب پوچھا تو اوس نے کہا کہ ہم رسول اللہ سے سُن چکے تھے
کہ عمار یاسر کو گروہ باغی قتل کریگا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم لوگ باغی
ہیں معاویہ نے کہا چپ رہ عمار کے قاتل ہم نہیں ہیں بلکہ علی ہیں جنھوں نے
عمار کو لاکر ہمارے سامنے ڈالدیا حضرت علیؑ کو جو اس بات کی خبر ہوئی
تو حضرت نے فرمایا کہ جو شخص مجھے عمار کا قاتل کہتا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت
حمزہ کو قتل کیا کیونکہ آنحضرتؐ ہی نے جناب حمزہ کو کفار سے لڑنے کیلئے بھیجا تھا،

نہایہ ابن اثیر اور شرح مقاصد جلد ۲ ص ۲۲۳ اور دیگر کتب صحاح میں مروی ہے۔

الناکثین اصحاب الجمل والقاسطین اصحاب صفین والمارقین الخوارج — ناکثین سے مراد اصحاب جنگ جمل ہیں یعنی عائشہ والے اور قاسطین سے مراد اصحاب جنگ صفین ہیں یعنی معاویہ والے۔ اور مارقین سے مراد خوارج ہیں یعنی نہروان والے۔

ان تینوں جنگ میں حضرت علیؑ اور آپ کا لشکر خدائی لشکر تھا اور آپ اور آپ کا لشکر جنتی تھے اور آپ کا مقابل لشکر جیسا تھا اس کو خود حضرت علیؑ نے ظاہر فرما دیا ہے۔

چنانچہ کنز العمال جلد ۶ ص ۸۹ کتاب الفتن طبع دکن میں ہے۔

قال علیؑ نحن النجباء وافراطنا افراط الانبیاء وحزبنا حزب اللہ والفئة الباغیة حزب الشیاطین ومن سوی بیننا وبین عدونا فلیس منا ذکرہ ابن عساکر۔ — حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہم خدا کے منتخب کردہ ہیں اور ہمارے نشان ہدایت نشان انبیاء کے نشان ہدایت ہیں اور ہمارا لشکر خدائی لشکر ہے اور ہمارا مقابل باغی گروہ شیطانی لشکر ہے اور جو شخص ہمیں اور ہمارے دشمن مقابل کو برابر سمجھے وہ ہمارے دین سے خارج ہے اس روایت کو ابن عساکر

نے بھی ذکر کیا ہے۔

نیز صحیح بخاری جلد ۶ ص ۸ سطر ۱۶ طبع ممبئی میں ہے۔

عن ابی بکرۃ قال لقد نفعنی اللّٰہ	ابوبکرہ کہتا ہے کہ میں عائشہ کے لشکر
بکلمۃ سمعتہا من رسول اللّٰہ	میں داخل ہونے والا ہی تھا تاکہ عائشہ
ایام الجمل بعد ما کدت ان	کیطرف سے جنگ کروں مگر مجھے
الحق باصحاب الجمل فاقاتل	خدا نے زمانہ جمل میں ایک ایسے کلمہ
معھم قال لن یفلح قوم	سے بہت فائدہ پہونچایا جسکو میں
ولّوا امرھم امرأۃ۔	رسول اللہ سے سُن چکا تھا۔ آنحضرتؐ

نے فرمایا تھا کہ جو لوگ اپنا سردار عورت کو بنائیں گے وہ لوگ کبھی نجات نہ پائیں گے۔

اِن روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ اور آپ کا لشکر موافق امر نبوی آمادۂ قتال تھا اور آپ کا مقابل باغی شیطانی لشکر ناصبی بیدین تھا بلکہ جو شخص حضرت علیؑ اور آپ کے لشکر کو آپ کے مدمقابل لشکر کے برابر سمجھے وہ بھی بیدین ہے۔

حضرت کے لشکر میں صفوان اور سعید بن حذیفہ اور خزیمہ بن ثابت انصاری کہ جنکی ایک شہادت کو رسول اللہؐ نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا تھا اور جمع قرآن کے وقت جبکہ دو دو شہادتوں پر قرآنی آیات

جمع کئے جارہے تھے اور جناب عمر کی ایک شہادت کیوجہ سے اونکی لائی ہوئی
آیۂ رجم قرآن میں نہیں لکھی گئی تھی اُوس وقت انہیں خزیمہ ابن ثابت
کی ایک شہادت پر سورۂ برائت کا آخری حصّہ یہ کہکر درج قرآن کرلیا گیا کہ آنحضرت
نے انکی شہادت دو شہادتوں کے برابر قرار دی ہے (اتقان سیوطی جلد ا
ص ۶۰) اور اسی وجہ سے انکا لقب ذو الشہادتین ہے - اور جناب اُویس
قرنی زاہد تابعی اور عمار یاسر ایسے ایسے برگزیدہ صحابی حضرت علی کی رفاقت
میں آپکے مقابل سے جنگ کرکے شہید ہوئے ملاحظہ کیجئے تاریخ کامل ابن اثیر
وتاریخ خمیس وتاریخ روضۃ الاحباب وغیرہ -

ہمارے برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہئے کہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب
اور حضرت علیؑ سے دو۲ عہد لئے تھے اور وہ دو زمانوں سے تعلق رکھتے تھے -

پہلا عہد تو زمانہ خلفائے ثلثہ کے متعلق تھا کہ جس میں آنحضرت نے صبر و
تحمل کا حکم دیا تھا اور جن مصالح کی بنا بر یہ حکم دیا گیا تھا وہ پیشتر ہم لکھ چکے
ہیں - اِس عہد میں آن حضرت نے فرمایا تھا کہ اگرچہ تم پر کتنی ہی سخت مصیبت پڑجائے
مگر صبر کی باگ ہاتھ سے نہ جانے دینا چنانچہ اصحاب نے اقرار کیا اور پھر عمل
کرکے دکھادیا اور خصوصاً حضرت علیؑ نے عرض کی کہ انشاءاللہ صبر کروں گا اگر
چہ تکالیف کی انتہا یہانتک پہونچ جائے کہ میری جان نکل جائے اور آپ
سے آکر خدا کی بارگاہ میں ملاقات کروں -

اور دوسرا عہد قتال ناکثین وقاسطین ومارقین کے متعلق تھا کہ جس میں
مددگار بھی کافی ہو گئے تھے اور خلافت ظاہری پر بھی حضرت علیؑ فائز ہو چکے تھے
لہذا حضرت علیؑ اور دیگر اصحاب رسولؐ کا جنگ کرنا اس دوسرے
عہد کے ماتحت تھا اور دوسرے عہد کی تکمیل میں بڑے بڑے ممتاز و معزز اصحاب
نے اپنی جانیں دیدیں اور اس عہد کو پورا کرکے دنیا سے اوٹھے لہذا ان حضرات
کا جنگ کرنا عہد رسول کے خلاف نہیں ہے یہ مفسدین زمانہ کی حق پوشی ہے کہ
دوسرے عہد کا ذکر نہ کرکے برادرانِ اسلام کو دہوکہ میں ڈالتے ہیں اور آنحضرت
کے عہد کی مخالفت کا الزام ایسے اصحاب وجانثارانِ حضور اکرم پر عائد کرتے ہیں
کہ جن کی مدح و ثنا میں ہمیشہ آنحضرتؐ رطب اللسان رہے ہیں۔

جناب امیرؑ اور بیعت خلفائے ثلثہ

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جناب امیرؑ نے خلفائے ثلثہ سے بیعت نہیں کی
اہلسنت والجماعۃ بھی اس عقیدہ میں متحد ہیں۔

پیشتر ہم بیعت کے متعلق اتنا عرض کردیں کہ درحقیقت بیعت کے معنی ہیں
اپنے پیشوا کو برحق پیشوا سمجھکر اوسکی اطاعت کا عہد و پیمان کرنا اور اپنے کو اسی
نقطۂ نظر سے اوس کا مطیع و تابع فرمان سمجھنا نہ کہ فقط ہاتھ پر ہاتھ رکھدینا جیسا کہ
ملاحظہ ہو تفسیر لباب التاویل جلد ۶ ص ۱۹۰ سطر ۲ مطبوعہ مصر۔

پس جو شخص کسی کی بیعت کرے اور اوسکو اپنا برحق پیشوا نہ سمجھے تو درحقیقت یہ بیعت نہ ہوگی اور نہ ایسی بیعت سے وہ برحق پیشوا ہوسکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جن لوگوں نے آنحضرت کو اپنا برحق پیشوا سمجھکر محکومیت کا عہد و پیمان نہیں کیا تھا بلکہ فقط ہاتھ پر ہاتھہ رکھکر اقرار اطاعت کرلیا تھا باوجودیکہ بکثرت دلائل و براہین معجزات سے اونپر حجت تمام ہوچکی تھی ایسے لوگ منافقین کہے گئے اور ان کا دین و ایمان میں کوئی حصہ نہ تھا۔

اس عبارت سے یہ مطلب بھی واضح ہوگیا کہ جس شخص کے نزدیک کسی کا پیشوا ہونا ثابت نہوا ہو اور اوس پر حجت تمام نہوئی ہو اگرچہ وہ پیشوا برحق ہی سہی تو ایسے شخص کی بیعت بھی درحقیقت بیعت نہ ہوگی کیونکہ اس کے نزدیک ابھی اوس کا پیشوا ہونا ہی ثابت نہیں ہے تاکہ پیشوا سمجھکر بیعت واقع ہو اور حقیقی معنوں میں بیعت صادق آئے لہذا بیعت میں اسکی بھی ضرورت ہے کہ بیعت کرنے والے کے نزدیک اُسکا برحق پیشوا ہونا ثابت ہوچکا ہو۔

اور یہ مطلب بھی صاف ہوگیا کہ بیعت کرنے والے کے نزدیک اگر پیشوا برحق پیشوا نہو بلکہ ظالم و جابر و غاصب ہے تو بدرجہ اولیٰ یہ بیعت حقیقی بیعت متصور نہوگی اور اس بیعت کرنے والے کے اعتقادات پر اس بیعت کا کوئی اثر مترتب نہوگا کیونکہ اُسکے نزدیک یہ پیشوا درحقیقت پیشوا ہی نہیں ہے۔

لہذا سب سے پہلے بیعت میں ضرورت ہے کہ جسکی بیعت کرے اوسکو اپنا برحق

دینی پیشوا سمجھے اور اوسکے بعد اوسکی اطاعت کا برضا و رغبت عہد و پیمان کرے۔

پس اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا حضرت علیؑ خلفائے ثلثہ کو اپنا خلیفہ اور پیشوا بھی سمجھتے تھے یا نہیں تاکہ اوسکے بعد ہم حضرت علی کے بیعت خلفا کرنے یا نہ کرنے میں صحیح فیصلہ تک پہونچ جائیں۔

خلفا کے متعلق جناب امیر علیہ السلام کی رائین

(۱) جناب امیر خلفائے ثلثہ کو مستحق خلافت نہیں سمجھتے تھے بلکہ خود اپنی ذات والا صفات کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے چنانچہ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۵۸ و تاریخ طبری و تاریخ ابن اثیر جرزی میں ہے۔

ولقد مات رسول اللہ وانا احق بالامر بعدہ فبایع الناس غیری۔

جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو آنحضرت کے بعد مستحق خلافت میں تھا مگر لوگوں نے غیروں کی بیعت کر لی۔

(۲) نیز جناب امیر عمر و ابوبکر صاحبان کو گنہگار۔ جھوٹا۔ غاصب۔ خائن سمجھتے تھے چنانچہ اہل سنت کی نہایت معتبر کتاب صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۱ مطبع نولکشور میں یہ حدیث خود جناب عمر ہی سے مروی ہے۔

جیسا کہ ہم نے حضرت علیؑ کی ناراضی کے ثبوت میں پیش کیا تفصیل وہاں ملاحظہ ہو

(۳) نیز جناب امیر نے وقت شوریٰ شیخین (عمر و ابوبکر) کی سیرت پر عمل کرنے

قطعی انکار کردیا اور عثمان نے فوراً اقرار کرلیا اور خلیفہ بن گئے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کے نزدیک وہ برحق خلیفہ نہ تھے اور نہ اون کا عمل دین خدا کے موافق تھا ورنہ حضرت اونکی سیرت پر عمل کرنے کا ضرور اقرار فرمالیتے اس مطلب کے کچھ معتبر حوالے حضرت کی ناراضی کے بیان میں ملاحظہ ہوں۔

(۴) نیز جناب امیر خلافت نہ ملنے کی وجہ سے کہ جسکا مستحق خود اپنی ذات کو سمجھتے تھے برابر خلفا سے ناراض رہے اور اون سے کراہت و نفرت و کشیدگی کا برتاؤ رکھا یہانتک کہ خود جناب عمر کو محسوس ہوا اور ابن عباس سے کہا کہ تمہارے چچا زاد بھائی علی بن ابیطالب خلافت نکل جانے کی وجہ سے ہم لوگوں سے نفرت وکراہت رکھتے ہیں اور خود حضرت نے بھی معاویہ کے جواب خط میں اس کا اظہار فرمادیا جیساکہ ہم نے عقد فریدہ جلد ۲ ص ۲۸۲ سے عبارت نقل کی مفصل حوالے حضرت کی ناراضی کے بیان میں ملاحظہ ہوں۔

(۵) نیز جناب امیر نے جس وقت جنگ احد میں اپنی تیغ زنی کے جوہر دکھائے اور لشکر اسلام فرار ہوا اور آنحضرت نرغہ اعدا میں اکیلے رہگئے اور کئی مرتبہ فراریوں کو آواز بھی دی مگر ایک نہ سنی آنحضرتؐ غضب میں آئے اور پیشانی اقدس سے پسینہ ٹپکنے لگا اس حالت میں دیکھا کہ حضرت علیؑ پہلو میں کھڑے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ تم بھی اون بھاگنے والونکی طرح کیوں نہ بھاگ گئے اوس وقت عرض کی یا رسول اللہؐ االکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ یا حضرت کیا میں ایمان لانے کے بعد

کافر ہو جاتا میں تو حضور کا فرمانبردار ہوں یہ دیکھکر جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہ دیکھئے یہ ہمدردی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کیوں نہ ہو انہ منی وانا منہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں پس حضرت جبرئیل نے عرض کی انا منکما یا رسول اللہ میں آپ دونوں سے ہوں اسکے بعد ایک آواز غیبی آئی لاسیف الا ذوالفقار ولافتیٰ الا علی یعنی ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں ہے اور علی کے سوا کوئی جوانمرد نہیں ہے صاحب تاریخ حبیب السیر اور صاحب تاریخ روضتہ الاحباب لکھتے ہیں کہ یہ آواز جبرئیل امین ہی کی تھی اور یہ روایت صحیح ہے اسکے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ یا علیؑ یہ وقت نصرت ہے کفّار کی جماعت پر شدید حملے کرو چنانچہ جناب علیؑ مرتضیٰ نے مشرکین کی صفوں کو اولٹنا شروع کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دئے۔

ملاحظہ ہو تاریخ طبری جلد ۳ ص از ۱۷ تا ۲۱ تاریخ ابن اثیر جلد ۲ ص ۵۸ و ۵۹ تاریخ روضتہ الاحباب جلد ۱ ص ۲۶۲ تاریخ مدارج النبوۃ کہ جسمیں حضرت کا فقرہ مذکور ہے۔

حضرت علی کے اس جملہ (کیا ایمان لانیکے بعد کافر ہو جاتا) سے واضح ہو گیا کہ حضرت کی نظر میں جو لوگ رسول اللہ کو چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئے وہ کافر تھے اب ہم فراریوں کی فہرست بتاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون لوگ حضرت کی نظر میں کفر سے خوگر ہو گئے تھے۔

ملاحظہ ہو تفسیر در منثور جلد ۲ ص ۸۸ سطر ۳۱ طبع مصر

قال عمر لما كان يوم احد هزمنا ففررت حتى صعدت الجبل فلقد رأيتني انزو كانني اروى۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب جنگ احد ہوئی تو ہم بھاگ گئے اور میں بھاگ کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس وقت میں ایک پہاڑی بکری کی طرح اوچک رہا تھا۔

نیز ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۱۰۵ سطر ۲۲ طبع مصر

ومن المنهزمين عمر الا انه لم يكن في اوائل المنهزمين ولم يبعد بل ثبت على الجبل ومنهم ايضًا عثمان انهزم مع رجلين من الانصار يقال لهما سعد وعقبة انهزموا حتى بلغوا موضعا بعيدا ثم رجعوا بعد ثلثة ايام فقال لهم النبیؐ لقد ذهبتم فيها عريضة

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ گریز کرنے والوں میں حضرت عمر بھی تھے مگر وہ پہلے بھاگنے والوں میں نہ تھے اور بہت دور بھی نہ بھاگے بلکہ بھاگ کر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہیں جم رہے اور ان کے علاوہ بھاگنے والوں میں حضرت عثمان بھی تھے جو سعد اور عقبہ کو اپنے ہمراہ لیکر بھاگے اور ایسے بھاگے کہ تین دن کے بعد واپس آئے آنحضرت نے فرمایا کہ تم تو بڑے لمبے بھاگے۔

نیز تاریخ الخلفاء ص ۲۵ و تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۳۰۱ و ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۱۴۳
و تاریخ خمیس جلد ا ص ۴۰۵ ملاحظہ ہو

عن عائشۃ قالت قال ابوبکر الصدیق لما جال الناس عن رسول اللہ یوم احد کنت اوّل من فاء	حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے باپ ابوبکر صدیق نے کہا کہ جب لوگ جنگ اُحد میں آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے تو سب سے پہلے میں آنحضرت کے پاس واپس ہوا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مفرورین کے متعلق حضرت امیرؑ کی رائے تھی کہ یہ اسلام پر باقی نہیں ہیں اور حضرت کی یہ رائے قرآن مجید کی اس آیت کے ماتحت تھی ماکان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب پارہ ۴ رکوع ۹ سورہ آل عمران (خدا ایسا نہیں ہے کہ اچھے بُروں کی تمیز کئے بغیر جس حالت پر تم ہو اوسی پر چھوڑ دے) خداوند عالم نے جنگ اُحد میں خبیث کو طیب سے الگ کر کے دکھا دیا تھا چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں صاحب معالم التنزیل جلد ا ص ۳۸۲ طبع مصر برحاشیہ لباب التاویل میں تحریر فرماتے ہیں

معنی الآیۃ حتی یمیز المنافق من المخلص فمیز اللہ المومنین من	آیت کے معنے یہ ہیں یہانتک کہ خدا مومن خالص کو منافق سے الگ کر دے

المنافقين يوم احد حيث اظهروا النفاق فتخلفوا عن رسول اللہ — پس جنگ اُحد میں مومنین کو منافقین سے الگ کر دیا کیونکہ منافقین نے اپنا نفاق ظاہر کیا اور آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

نیز تفسیر لباب التاویل جلد ا ص ۳۸۲ طبع مصر میں اسی آیت کی یہ تفسیر ہے

انما حصل التمییز یوم احد بالقاء الجمیع فی الخوف والقتل والهزیمة فمن کان مومنا ثبت علی ایمانه وتصدیقه ولم یتزلزل ومن کان منافقا اظهر نفاقه وکفره۔ — تمام لوگوں کو خوف وقتل وہزیمت میں ڈالنے سے یقیناً جنگ اُحد میں مومن ومنافق کی تمیز ہو گئی پس جو مومن تھا وہ ثابت قدم رہا اور اوسکے ایمان وتصدیق میں کسی قسم کی لغزش نہیں ہوئی اور جو منافق تھا اوس کا نفاق وکفر آشکار ہو گیا۔

(۶۱) نیز جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے مجھے اپنا خلیفہ اور وزیر ووصی دعوت عشیرہ میں بنا دیا تھا چنانچہ آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کی تفسیر میں خود حضرت علیؑ ہی سے منقول ہے ملاحظہ ہو تفسیر معالم التنزیل جلد ۵ ص ۱۰۵ سطر ۲ طبع مصر وتفسیر لباب التاویل جلد ۵ ص ۱۰۶ سطر ۲ طبع مصر نیز ملاحظہ ہو تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۷ سطر ۲۱ طبع مصر وتاریخ ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۲ سطر ۳ طبع مصر۔ تاریخ ابو الفدا جلد ا ص ۱۱۶ سطر ۲۹ طبع مصر

تاریخ حبیب السیر جلد ا جزو ۳ ص ۱۶	آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے لوگو یہ علیؑ میرے
قال رسول اللہؐ ان ھذا اخی و	بھائی ہیں اور میرے وصی ہیں اور میرے
وصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوالہ	خلیفہ ہیں تم لوگوں میں سب ان کا حکم
والطیعوا	سننا اور انکی اطاعت کرنا۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت نے بالکل صریحی الفاظ میں حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ ووزیر ووصی بنا دیا تھا۔ پس ایسی صورت میں اپنے غیر کو حضرت امیرالمومنین کیونکر خلیفہ سمجھ سکتے تھے اسیلئے خلافت ظاہری حاصل ہو جانے کے وقت فرمایا الآن قد رجع الحق الی مکانہ اب حق اپنی اصلی جگہ پر پہونچا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ خلفائے ثلثہ کو خلیفہ نہیں سمجھتے تھے

(۷) نیز جناب علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ص ۲۳۸ جلد ۲ طبع ایران میں حضرت امیرؑ کے قول (فانا صنایع ربنا و الناس بعد صنائع لنا) کی یوں شرح فرماتے ہیں

یقول لیس لاحد من البشر علینا	حضرت علیؑ کا مقصد اس کلام
نعمۃ بل اللہ تعالیٰ ھو الذی انعم	سے یہ ہے کہ دنیا میں کسی
علینا فلیس بیننہ وبیننا واسطۃ	بشر کا کوئی احسان اور کوئی
والناس باسرھم صنائعنا فنحن	نعمت ہم پر نہیں ہے بلکہ بس خدا کی
الواسطۃ بینھم وبین اللہ تعالیٰ	نعمتیں ہم پر ہیں اس کے اور ہمارے

وھذا مقام جلیل ظاھرہ ما درمیان میں کوئی مخلوق واسطہ نہیں
سمعت وباطنہ انھم عبید اللّٰہ ہے اور تمام انسان چونکہ ہمارے
وان الناس عبید ھم۔ آدمی بنائے ہوئے ہیں لہذا ہم ان
لوگوں کے لئے خدا تک پہونچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں علامہ موصوف فرماتے ہیں
کہ یہ ایک بڑا مرتبہ ہے اور اسکے ظاہری معنی تو یہی تھے جو بتا چکے اور اس کلام
بلاغت نظام کے باطنی معنے یہ ہیں کہ اہلبیت خدا کے مملوک اور غلام ہیں اور
تمام لوگ ان کے غلام ومملوک ہیں۔

اس عبارت کے بعد بھلا جناب ابو بکر صاحب یا اور کوئی شخص حضرت علیؑ
کا خلیفہ وحاکم ہو سکتا ہے جبکہ انہی اہلبیت نے اونکو آدمی بنا دیا اور یہی اہلبیت
اُن کے لئے خدا تک پہونچنے کا ذریعہ ہوئے اور اُن کے آقا ومولیٰ ہیں پس وہ
کون عبد اور غلام ہے جو اپنے آقا ومالک پر حکومت کا ارادہ کرے اگر ایسا
کیا تو اس کو ظلم کہتے ہیں اسکو غصب حق کہتے ہیں اسکو خیانت کہتے ہیں اور آثم
وغادر وکاذب وخائن کے یہی معنے ہیں لہذا انسانوں کو چاہئے کہ اہلبیت
کو اپنے لئے خدا تک پہونچنے کا ذریعہ سمجھیں اور آیۂ قرآنی وابتغوا الیہ الوسیلۃ
(یعنی خدا تک پہونچنے کا ذریعہ ڈھونڈو) پر عمل کریں اور اہلبیت کو اپنا آقا ومولیٰ
سمجھ کر حدیث غدیر من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ پر عمل پیرا ہوں
یہی وہ فضائل وکمالات ہیں کہ جنکو حضرت نے اصحاب کبار ومہاجرین فی الضا

کے مجمع میں اپنے استحقاق خلافت کے ثبوت میں ارشاد فرمائے تھے چنانچہ ملاحظہ ہو تاریخ روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۲۳۲ وحبیب السیر ایہا الناس میں تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں سچ کہنا اصحاب رسول میں میرے علاوہ کوئی بھی ہے جسکے حق میں آنحضرت نے فرمایا ہو انت اخی فی الدنیا والآخرۃ اے علی تم میرے دنیا و آخرت میں بھائی ہو حاضرین نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کہ سوائے میرے تم میں کوئی ہے کہ اوسکے حق میں آنحضرت نے فرمایا ہو۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اے علی تمھیں مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو جناب ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی پس فرق اتنا ہے کہ میری بعد کوئی نبی نہوگا۔ تمام حاضرین نے کہا نہیں آپکے سوا کوئی نہیں۔ پھر فرمایا کہ سوائے میرے تم میں کوئی بھی ہے کہ جسکے لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہو من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ جس کا میں مولا ہوں اوسکے یہ علی بھی مولا ہیں سب نے اقرار کیا کہ نہیں یا مولا آپکے سوا کوئی نہیں پھر فرمایا کہ تم میں کوئی بھی ہے کہ جو سورہ برأت کی تبلیغ پر آنحضرت کیطرف سے مامور ہوا ہو اور اوسکے لئے یہ فرمایا ہو لا یؤدی عنی الا انا او رجل منی یعنی یا تو اس سورہ کو میں پہونچاؤنگا یا وہ مرد پہونچائے گا جو مجھ ہی میں سے ہے سب نے کہا کہ نہیں آپکے سوا کوئی نہیں۔ پھر اپنے فرمایا آیا تم لوگ نہیں جانتے کہ جناب سید البشر نے تمام مہاجرین وانصار پر مجکو غزوات و سرایات میں سردار بنا کر بھیجا اور اونکو حکم دیا کہ اپنے سردار کی

ورسالة يبعثها يطلب
غرته لينفث بما في صدره
من حال ابي بكر وعمر فيجعل
ذلك حجة عليه عند اهل
الشام (الى ان قال) فكان
الجواب مجمجا غير بين ليس
فيه تصريح بالتظليم لهما
ولا التصريح ببرائتهما وتارة
يترحم عليهما وتارة يقول
اخذا حقي وقد تركته لهما۔

لکھدیں کہ اون دونون نے حضرت کے
حق کو غصب کر لیا معاویہ برابر مکر و فریب
سے بھرے ہوئے خط حضرت کی خدمتمیں
بھیجتا تھا تاکہ حضرت دہوکہ میں آکر اپنے
دل کی حالت ابوبکر وعمر کے متعلق
لکھدیں تاکہ اہل شام کو سنا کر حضرت
کی دشمنی کو اونکے دلوں میں بیٹھاوے مگر
حضرت جب معاویہ کے ان خطوط کا جواب
دیتے تھے تو بالکل مبہم اور گول گول
الفاظ ابوبکر وعمر کے ظلم کی تصریح نہیں
فرماتے تھے اور نہ اون دونوں سے تبرے کا اظہار کرتے تھے بلکہ کبھی اُن
کے متعلق نرم اور رحم آمیز کلمات لکھتے تھے۔ اور کبھی لکھتے تھے کہ دونوں نے
میرا حق لیلیا مگر میں نے اپنا حق چھوڑ دیا۔ جب اس قسم کے مجمل جوابات حضرت
نے لکھے تو عمر عاص نے کہا کہ اے معاویہ اب کی مرتبہ ایسا خط لکھ کہ جس میں اونکی
مذمت و استخفاف ہو اور اون کے طریقہ کی برائیاں ہوں اور ابوبکر وعمر کے ساتھ
اونکی عداوت کے حالات ہوں اور ان دونوں کی کافی سے زائد مدح
سرائی ہو تاکہ علیؑ کو غصہ آئے اور ان دونوں ابوبکر وعمر کے متعلق اپنے

دل کی بات کا اظہار کردیں پس معاویہ نے موافق مشورہ عمرو عاص ایک خط لکھا جس میں اصحاب کی بے انتہا ثنا وصفت بیان کرتے کرتے یہ عبارت لکھی۔

فكان افضلهم مرتبة واعلاهم
عند الله والمسلمين منزلة الخليفة
الاوّل الذي جمع الكلمة ولمّ الدعوة
وقاتل اهل الردة ثم الخليفة
الثاني الذي فتح الفتوح ومصّر
الامصار واذل رقاب المشركين
(الى ان قال) لقد حسدت ابابكر
والتويت عليه ورمت افساد
امره وقعدت في بيتك واستغويت
عصابة من النّاس حتى تاخروا
عن بيعته ثم كرهت خلافة
عمر وحسدته واستطلت مدته
وسررت بقتله واظهرت الشماتة
بمصابه حتى انك حاولت قتل

بحیثیت مرتبہ مسلمانوں میں سب سے افضل
اور خدا اور مسلمانوں کے نزدیک بحیثیت
منزلت سب سے اعلیٰ ابوبکر خلیفہ اوّل تھے
جنھوں نے کلمہ کو جمع کردیا اور دعوت
اسلامی کو مجتمع کردیا اور اہل ردہ سے
مقاتلہ کیا پھر اُن کے بعد عمر خلیفہ ثانی کا
مرتبہ ہے جنھوں نے بکثرت فتوحات
کئے اور شہروں کی بنیاد ڈالی اور مشرکین
کی گردنوں کو جھکا دیا (اسکے بعد معاویہ
نے لکھا) اے علیؑ تم نے ابوبکر سے حسد کیا
اور بُرا برتاؤ کیا اور اُن کے امر کے مٹانے
کی کوشش کرتے رہے اور اپنے گھر میں
بیٹھکے لوگوں کو ورغلاتے رہے تاکہ
اونکی بیعت سے باز رہیں تم نے عمر کی خلافت

ولده لانه قتل قاتل ابيه ثم
حسدت عثمان ونشرت مقابحه
وطويت محاسنه وطعنت
في فقهه ثم في دينه ثم في سيرته
ثم في عقله واغريت به
السفهاء من من اصحابك
وشيعتك حتى قتلوه به
محضر منك (الى ان قال) و
تساق كما يساق الجمل المخشوش
ثم نهضت الان تطلب الخلافة
وتلك من اماني النفوس
فدع اللجاج والعبث جانبا
وادفع الينا قتلة عثمان واعد
الامر شورى بين المسلمين
ليتفقوا على من هو لله رضا
(الى ان قال) وليس لك ولاصحابك
عندي الا السيف الخ

سے کراہت کا اظہار کیا اور اون سے
حسد کیا اور اونکی مدت کو طویل سمجھے
اور چپکے چپکے اون کے قتل کی تدبیریں کرتے
رہے اور اُن کی مصیبت و بلا پر اظہار
شماتت کرتے رہے یہاں تک کہ جب اونکی
صاحبزادے عبداللہ نے اپنے باپ کے
قاتل کو قتل کیا تو تم نے عبداللہ کے قتل
کا قصد کیا پھر تم نے عثمان سے حسد کیا
اور اُن کی برائیوں کو طشت از بام
کیا اور اچھائیوں کو پوشیدہ کیا اور اُنکی
فقہ اور دین اور اُن کی سیرت و عقل
پر طعن و تشنیع کی اور اپنے شیعوں اور
دوستوں کو اونکی مخالفت پر برانگیختہ
کیا یہانتک کہ اُن لوگوں نے اونہیں
تمہارے سامنے قتل کر ڈالا (یہانتک
لکھتے لکھتے معاویہ نے لکھا) اور تم وہ
دن بھول گئے کہ تمھیں کھینچا گیا جس طرح

کہ اونٹ کو نکیل ڈالکر کھینچے ہیں اور اب خلافت کی چاہ میں لڑائی پر آمادہ ہوئے ہو اور یہ تو دلوں کی تمنائیں ہیں ورنہ کچھ حصول نہیں ہے پس اب بھی ان فضول عداوتوں اور لغو باتوں کو چھوڑ دو اور عثمان کے قاتلین کو ہمارے حوالہ کر دو اور امر خلافت کو مسلمانوں کیطرف واپس کر دو کہ وہ دوبارہ شوریٰ کر کے کسی ایسے شخص پر اجماع کریں جو اللہ کا پسندیدہ ہو (یہانتک لکھتے لکھتے معاویہ نے لکھا) اور تمہارے لئے اور تمھارے اصحاب کے لئے میرے پاس سوائے تلوار کے کچھ نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنین نے اس خط کا جواب بھی مثل سابق نہایت مجمل اور مبہم دیا اور اپنی رائے کو فسادات کے خیال سے نہایت سنجیدگی کیساتھ حوالہ قلم کیا جو نہج البلاغہ میں موجود ہے۔

بہرحال حضرت کی تحریرات اور آپ کے مقابل کی تحریرات سے واضح ہوگیا کہ حضرت خلفائے ثلثہ کو اپنے حق کا غاصب و غیر مستحق سمجھتے تھے اور بالکل صاف اس لئے نہیں لکھتے تھے کہ فسادات کے بڑھ جانے اور اپنے دشمنوں کی زیادتی کا قوی اندیشہ تھا کیونکہ خلفا کی خلافت کو تسلیم کرنے والے بہ نسبت اون لوگوں کے زاید تھے کہ جو انہیں خلیفہ تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت علی کو خلیفہ برحق جانتے تھے۔

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۲۳۶ سطر ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

كانوا يعتقدون امامة الشيخين الا قليل من خواص الشيعة۔

یعنی اکثر اہل شام وعراق خلافت ابوبکر وعمر کے عقیدت مند تھے اور حضرت علی کے شیعہ جو خلافت شیخین کو باطل سمجھتے تھے وہ کم تھے

ہم اپنے مقصد کی تائید میں چند تاریخی واقعات اور پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اہل شام حضرات اہلبیت اور اون کے فضائل ومناقب سے بالکل بے خبر تھے سوائے خلفائے ثلثہ کے اہلبیت کے ناموں سے بھی ناواقف تھے۔ اور یہ بنی امیہ کی کوششوں کا نتیجہ تہا کہ آپ کے فضائل پر پردہ ڈالا جارہا تہا بلکہ میں تو یہ کہونگا کہ یہ خلفار کی سیاسی کارروائیوں کا اثر تہا کہ عموماً اور معاویہ کو خصوصاً شام وغیرہ کی سلطنت محض اس وجہ سے دیدی کہ اپنی خلافت کو اس تدبیر سے تقویت پہونچے گی کیونکہ بنی ہاشم سے بنی امیہ کی دشمنی انتہائی درجہ تک پہونچ چکی تھی چنانچہ مروج الذہب جلد ۲ ص ۱۰۲ میں ہے کہ ایک شخص نے علی کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے کہا وہی علی جو فاطمہ کے باپ ہیں (معاذ اللہ) اوسنے کہا کہ کون فاطمہ لوگون نے کہا کہ وہی جو رسول اللہ کی بی بی عائشہ کی بیٹی ہیں اور معاویہ کی بہن ہیں اوس نے کہا وہ علی کیا ہوئے کہا گیا کہ وہ تو جنگ حنین میں قتل ہوگئے۔

نیز اوسی تاریخ میں ہے کہ شہر بغداد میں ایک شخص نے حاکم سے پوچھا کہ فلان شخص زندیق ہے حاکم نے کہا کہ اوس کا کیا مذہب ہے جو اوس نے کہا کہ رافضی وغیرہ حاکم نے کہا کہ تجھے کیونکر علم ہوا اس نے کہا کہ وہ

معاویہ سے عداوت رکھتا ہے حاکم نے کہا کہ کونسا معویہ اوس نے کہا وہی معاویہ کہ جو جنگ صفین عمرو بن العاص سے لڑے تھے۔ نیز ارجح المطالب میں ہے کہ معاویہ کے ذکوان غلام نے حسنین علیہما السلام کا تذکرہ کیا اور دونوں شاہزادوں کو ابن رسول اللہ کہا معاویہ نے کہا کہ ہرگز ابن رسول اللہ نہ کہنا وہ تو علی کے بیٹے ہیں۔

بیعت جبریہ

جب ماہ سقیفہ سے خیر خواہان خلافت کو فرصت ملی اور مدینہ میں آکر اپنے تمکن و بسط حکم کی کارروائیوں میں مصروف ہوئے اور لوگوں سے برضا یا بجبر بیعت لینے لگے تو اونہیں معلوم ہوا کہ ابھی کچھ لوگ مدینہ میں باقی ہیں کہ جنہوں نے بیعت سے تخلف کیا ہے پس انکو تلاش کیا گیا اون کے ساتھ جو سختی اور تشدد کا برتاؤ کیا گیا وہ ہم تاریخ الامامۃ والسیاسۃ جلد اوّل ص ۲۰ و ۲۱ طبع مصر سے لکھتے ہیں ملاحظہ ہو۔

ان ابا بکرؓ تفقد قوما تخلفوا	ابوبکرؓ نے اون لوگوں کی تلاش کرنا شروع
عن بیعتہ عند علی کرم اللہ	کیا جو اونکی بیعت سے تخلف کیے گئے تھے اور
وجہہ فبعث الیہم عمر فجاء	علیؑ کے پاس جمع تھے پس ابوبکر نے
فناداہم وہم فی دار علی	عمر کو اون کے پاس بھیجا پس عمر آئے اور
فابوا ان یخرجوا فدعا بالحطب	انہیں علی کے گھر میں آواز دی مگر اونہوں
وقال والذی نفس عمر بیدہ	نے نکلنے سے انکار کیا پس عمر نے لکڑیاں

لتخرجن او لاحرقنها علی من فیها فقیل له یا ابا حفص ان فیها فاطمةؓ فقال وان فخرجوا فبایعوا الا علیًا ۔

منگوائیں اور ان لوگوں کو اطلاع دی کہ اوس ذات کی قسم کہ جسکے قبضہ میں عمر کی جان ہے نکلتے ہو تو نکلو ورنہ پھونکدوں گا اس گھر کو مع اُن کے جو اس میں ہیں

کسی نے کہا کہ اے عمر اس گھر میں تو رسول اللہ کی بیٹی فاطمہؑ بھی ہیں عمر نے کہا کہ ہوا کریں۔ پس یہ حالت دیکھکر وہ لوگ گھر سے نکل پڑے اور آکر بیعت کر لی مگر علیؑ نے بیعت نہ کی۔

اسکے بعد علامہ ابن قتیبہ تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ ہو جلد اوّل ص ۱۲ الامامۃ والسیاسۃ طبع اوّل مصر۔

ثم قام عمر فمشی معه جماعة حتی اتوا باب فاطمةؑ فدقوا الباب فلما سمعت اصواتهم نادت باعلی صوتها یا ابت یا رسول الله ماذا لقینا بعدك من ابن الخطاب وابن ابی قحافة فلما سمع القوم صوتها وبکاءها انصرفوا باکین وکادت قلوبهم تتصدع و

پھر عمر بار دوم آمادہ ہوئے اور ایک جماعت کو لیکر فاطمہؑ کے دروازہ پر پہونچے اور دق الباب کیا پس جب فاطمہؑ زہرا نے اپنے دروازہ پر شور و غل کی آواز سُنی تو نہایت دردناک بلند آواز سے اپنے باپ کو پکاریں اے بابا اے خدا کے رسول آپکے بعد دیکھئے خطاب کے بیٹے عمر اور ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر سے ہمیں کیا

اکبادهم تتفطر وبقی عمرو معه
قوم فاخرجوا علیا فمضوا به الی
ابی بکر فقالوا له بایع فقال ان
انا لم افعل فمه قالوا اذا و
الله الذی لا اله الا هو نضرب
عنقک قال اذا تقتلون عبد الله
واخا رسوله قال عمر اما عبد
الله فنعم واما اخو رسوله
فلا وابوبکر ساکت لا یتکلم
فقال له عمر الا تامر فیه
بامرک فقال لا اکرهه علی شیء
ما کانت فاطمة الی جنبه فلحق
علی بقبر رسول الله یصیح
ویبکی وینادی یا ابن ام ان
القوم استضعفونی و
کادوا یقتلوننی

کیا تکلیفیں پہونچ رہی ہیں سن جب لوگوں
نے فاطمہ زہرا کی گریہ وزاری کی آواز سنی
تو فاطمہ کے دروازہ سے روتے ہوئے
اس حالت سے پلٹے کہ قریب تہا اون کے دل
شگافتہ ہو جائیں اور اون کے جگر شق
ہو جائیں لیکن عمر اور اونکی معیت میں چند
آدمی پہر بہی کہڑے رہے اور بالاخر حضرت
کو گہر سے نکالا اور پکڑ کر ابوبکر کے پاس لے
گئے اور حضرت سے کہا کہ بیعت کرو حضرت
نے کہا اگر بیعت نکروں تو کیا کرو گے
کہا کہ آپ کی گردن اوڑا دینگے۔
حضرت کہا کہ تو کیا خدا کے بندہ اور
رسول خدا کے بہائی کو قتل کرد و گے
اسپر جناب عمر نے کہا کہ خدا کا بندہ
کہنا تو ٹہیک مگر رسول اللہ کا بہائی
کہنا غلط اور ابوبکر خاموش بیٹھے ہوئے
تہے پس عمر نے ابوبکر سے کہا تم علی کے متعلق کیوں نہیں حکم دیتے ہو ابوبکر نے کہا

کہ جب تک فاطمہ زہراؑ انکے پہلو میں ہیں ہم ان کو مجبور کرنا نہیں چاہتے (چنانچہ صحیح
مسلم جلد ا ص ۹۱ میں ہے کہ تاحیات فاطمہؑ جناب امیر نے بیعت نہیں کی) حضرت علی
ان لوگوں کے پاس سے اوٹھکر قبر رسول پر آئے اور چیخیں مار مار کر رونے لگے اور
فریاد کی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلونی
اے میرے بھائی قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا ہے اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں۔
جناب امیر المومنینؑ نے یہ فرمایا کہ یہ لوگ میرے قتل پر آمادہ ہیں اسکے متعلق علامہ
سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے معنی جو بخاری و ترمذی
اور ابن ماجہ کے اوستاد ابوسعید عبادہ ابن یعقوب سے مروی ہے قال ابوبکر لا
تفعل یا خالد ما امرتک بہ (اے خالد میں نے جس کا حکم دیا ہے وہ کام
نہ کر) شریف عمر بن ابراہیم حسینی سے کوفہ میں پوچھے اس نے کہا کہ ابوبکر نے خالد
کو علیؑ کے قتل کرنیکا حکم دیا تھا بعد میں ابوبکر اپنے اس حکم سے پشیمان ہوئے اور
خالد کو اس فعل سے منع کر دیا (تشفی ص ۱۲۸) از تاریخ اسلام ص ۱۴۲
نیز علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ ابوبکر باہلی اور اسماعیل نے امام شعبی
سے روایت کی ہے کہ ابوبکر نے عمر اور خالد کو علی اور زبیر کے بھیجا پس عمر تو گھر میں
گھس گئے اور خالد باہر کھڑے رہے عمر نے زبیر سے کہا یہ تلوار تمھارے ہاتھ میں کیسی ہے
زبیر نے کہا علیؑ سے بیعت کرانے کیلئے تیار ہے اور گھر میں کچھ اور بھی آدمی تھے مقداد
اور بنی ہاشم پس عمر نے تلوار کھینچکر گھر کے ایک پتھر پر ماری اور توڑ دی اور

زبیر کو پکڑ کر باہر نکالا اور خالد سے کہا کہ اس کو پکڑ لے اور گھر کے باہر خالد کے ساتھ بہت سے آدمی تھے جو ابوبکر نے بھیجے تھے علیؑ اور زبیر کے مقابلہ پر پس عمر دوبارہ گھر میں گھسے اور علیؑ سے کہا اوٹھو اور بیعت کرو علیؑ نہ اوٹھے پس عمر نے ہاتھ پکڑ کر کہا اوٹھو علیؑ نے انکار کیا پھر زبردستی گھسیٹکر زبیر کیطرح علیؑ کو بھی خالد کے حوالہ کیا خالد نے ان دونوں کی مشکیں باندھ لیں اور عمر اور اون کے ساتھی ان دونوں کو باندھ کر لیچلے لوگ کھڑے ہوئے دیکھتے تھے اور مدینہ کے بازار لوگوں سے بھرے ہوئے تھے فاطمہ عمر کے اس فعل پر بہت چیخیں اور بہت سی ہاشمی عورتیں اور اُن کے علاوہ دیگر عورتیں فاطمہ کے پاس جمع ہوگئیں فاطمہ نکل کر اپنے دروازہ تک آئیں اور بآواز بلند کہا اے ابوبکر کیسی جلدی تم نے اہلبیت رسول کو مغلوب کر لیا اے ابوبکر خدا کی قسم تاحیات تم سے بات نہ کرونگی (شرح نہج البلاغہ جلد ا ص ۲۸۵)

برادران اسلام کو یہ خیال نہ پیدا ہو کہ علیؑ کو اس طرح عمر نے پکڑ کے کیونکر باہر نکال لیا اور مشکیں بھی باندھ لیں کیا علیؑ ایسے کمزور اور بودے تھے اونہیں تو اسد اللہ غالب کا خطاب مل چکا تھا۔

کیونکہ ہم حضرت علیؑ کے تلوار نہ اوٹھانے کی مفصل بحث پیشتر لکھ چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ حضرت اُس عہد کی وجہ سے مجبور تھے جو رسول اللہؐ نے لیلیا تھا اور نیز مدینہ طیبہ کا احترام حضرت کی نظر میں تھا ورنہ حضرت علیؑ اور دیگر بنی ہاشم کی تلواریں اگر نیام سے باہر ہو جاتیں تو مدینہ کی زمین خون سے رنگین نظر آتی لہو کی ندیاں

بہنے لگتیں مگر اللہ رے اطاعت خدا اور رسول کہ ایسے نازک موقع پر بھی علیؑ کی تیوریوں پر بل نہیں آئے اور اس سخت منزل کو صبر تحمل سے گذار دیا۔

حضرت کو زبردستی باندھکر لیجانے کے متعلق معاویہ نے بھی اپنے خط میں لکھا ہے جیساکہ ہم نے اسی بحث میں معاویہ کا پورا خط نقل کیا ہے

ناظرین اُس خط کو ملاحظہ فرمائیں اوسی خط کے جواب میں حضرت امیرؑ نے یہ تحریر فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۲۳۶ طبع ایران

وقلت انی کنت اقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتی ابایع ولعمر اللہ لقد اردت ان تذم فمدحت وان تفضح فافتضحت وما علی المسلم من غضاضۃ فی ان یکون مظلوما مالم یکن شاکا فی دینہ ولا مرتابا بیقینہ	اور معاویہ تو نے جو یہ لکھا ہے کہ میں ابوبکر کی بیعت کیلئے اوس طرح باندھ کر کھینچا گیا کہ جس طرح اونٹ نکیل ڈالکر کھینچا جاتا ہے تو اے معاویہ خدا کی قسم تو نے اپنے اس بیان سے میری مذمت کرنا چاہی تھی مگر مدح کردی اور مجھے ذلیل و رسوا

کرنا چاہا تھا مگر تو خود ذلیل و رسوا ہو گیا کیونکہ کسی مسلمان کا مظلوم ہونا اُوسکیلئے عیب نہیں ہے جبکہ وہ اپنے دین و ایمان پر باقی ہے اور کسی قسم کا شک لاحق نہیں ہوا ہے۔

نیز عقد فرید جلد ۳ ص ۶۳ طبع مصر میں ہے۔

فاما علی والعباس والزبیر فقعدوا لیکن علی اور عباس اور زبیر بیعت ابوبکر

في بيت فاطمة حتى بعث (ابوبكر) اليهم عمر بن الخطاب ليخرجهم من بيت فاطمة وقال ان ابوا فقاتلهم فاقبل بقبس من نار على ان يضرم عليهم الدار فلقيته فاطمة فقالت يا ابن الخطاب أجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فيما دخلت فيه الامة

سے تخلف کرکے حضرت فاطمہ کے گھر میں بیٹھ رہے یہانتک کہ ابوبکر نے عمر کو انکے پاس بھیجا تاکہ اونھیں فاطمہ کے گھر سے نکال لائیں اور عمر سے یہ کہہ دیا کہ اگر وہ لوگ بیعت سے انکار کریں تو اونہیں قتل کردینا پس عمر کچھ آگ لیکر اس ارادہ سے چلے کہ ان لوگوں کو مع گھر کے پھونک دیں پس فاطمہ زہرا نے عمر کو دیکھ کر کہا کیوں خطاب کے بیٹے کیا اس ارادہ سے یہ آگ لیکر آیا ہے کہ ہمارے گھر کو پھونک دے عمر نے کہا کہ ہاں اسی لئے آیا ہوں ورنہ جس بیعت میں تمام امت داخل ہوگئی ہے تم لوگ بھی داخل ہوجاؤ۔

اس مضمون کی بکثرت روائتیں ہیں اور بے شمار کتب اہلسنت میں یہی واقعہ درج ہے اگر ہم اون تمام عبارتوں کو لکھیں تو اوس کیلئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے لہذا ہم فلک النجاۃ اور آئینۂ مذہب سنی سے اون کتب اہلسنت کے حوالے لکھے دیتے ہیں جن میں عمر کے متعلق فاطمہ کے گھر جلانے اور لکڑیاں جمع کرنیکا واقعہ موجود ہے۔

کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۹ و ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۲۹ و ص ۱۷۹ و تاریخ الامم

والملوک جلد ۳ ص ۱۹۸ و تاریخ ابوالفدا جلد ۱ ص ۱۵۶ و ص ۱۶۴ و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ ص ۱۱۳ و مروج الذہب جلد ۹ ص ۱۵۹ و استیعاب بر حاشیۂ اصابہ جلد ۲ ص ۲۵۵ و تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۶۹ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۱۳۰ و ص ۱۳۴ و جلد ۲ ص ۱۹ و ص ۲۰ و روضۃ المناظر بر حاشیہ کامل جلد ۱۱ ص ۱۱۳ و ملل و نحل شہرستانی جلد ۱ ص ۳۵ و تحفہ اثنا عشری ص ۲۹۲ و الفاروق شبلی حصہ اوّل ص ۷۱ و حد تحقیق ص ۱۱ کتاب المرتضٰی ص ۴۵ و منتخب کنز العمال بر حاشیۂ مسند ابن حنبل جلد ۲ ص ۱۷۴ وغیرہ

انگریزی تواریخ کے حوالے

سکسز اوف محمد واشنگٹن ارونگ طبع لندن ص ۴ و ڈیون پورٹ مترجم طبع لکھنؤ ص ۱۳ و ڈیکلائین اینڈ فال اوف دی رومن امپائر طبع لندن جلد ۳ ص ۵۱۹ و اوکلی کی ہسٹری اوف دی سیراسنز طبع لندن ص ۸۳ وغیرہ

ان مصائب و الام کا یہ اثر ہوا کہ جناب فاطمہ شیخین سے مرتے دم تک ناراض رہیں اور کبھی بات نہ کی چنانچہ الامامۃ و السیاسۃ جلد ۱ ص ۱۲ مطبوعہ مصر میں ہے

قالت لنشدکما ابو بکر و عمر الم تسمعا رسول اللہ یقول رضا فاطمۃ من رضائی و سخط

جناب فاطمہ زہرا نے ابو بکر و عمر سے فرمایا کہ کیا تم دونوں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ فاطمہ کی رضا

فاطمة من سخطی فمن احب فاطمة
فقد احبنی ومن ارضی فاطمة
فقد ارضانی ومن اسخط فاطمة
فقد اسخطنی قالا نعم سمعناه
من رسول الله قالت فانی اشهد
الله وملائکته انکما اسخطتمانی
وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی
لاشکونکما الیه فقال ابوبکر انا
عائذ بالله تعالیٰ من سخطه
وسخطك یا فاطمة ثم انتحب
ابوبکر یبکی حتی کاد نفسه ان
تزهق وهی تقول والله لادعون
الله علیك فی کل صلوة اصلیها

میری رضا ہے اور اُن کی ناراضی میری
ناراضی ہے جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اوسنے
مجھے ناراض کیا اور جس نے فاطمہؑ سے محبت
کی اوس نے مجھ سے محبت کی ابوبکر و عمر نے
کہا ہاں آپ سچ فرماتی ہیں ہم نے رسول اللہ
سے یہ قول سنا ہے پس فاطمہؑ نے فرمایا
میں خدا اور اُسکے ملائکہ کو گواہ کرکے کہتی
ہوں کہ تم دونوں نے مجھے آزردہ کیا اور مجھے
راضی نہیں کیا اور جب میں اپنے باپ سے
ملوں گی تو تم دونوں کا شکوہ کروں گی
پس ابوبکر نے کہا خدا کی پناہ آپ اور آپکے
والد کی ناراضی سے پھر ابوبکر بہت روئے
کہ جان نکل جاتی تھی اور جناب فاطمہؑ نے
فرمایا کہ میں ہر نماز کے بعد تمہارے لئے خدا سے دعائے بد کروں گی۔

نیز صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۲۰ سطر ۱۹ طبع مصر میں ہے۔

فغضبت فاطمة بنت رسول الله — پس جناب فاطمہ زہرا ابوبکر سے غضبناک
فهجرت ابابکر فلم تزل مهاجرته — رہیں اور ہمیشہ الگ رہیں کبھی بات تک

حتی توفیت و عاشت بعد | نہ کی یہانتک کہ وفات پائی اور آنحضرت
رسول اللہؐ ستۃ اشھر | کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

نیز صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۱ میں ہے۔

وجدت فاطمۃ علی ابی بکر | جناب فاطمہؑ ابوبکر سے رنجیدہ رہیں پس اونسے
فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت | الگ رہیں کبھی بات نہ کی یہانتک کہ انتقال
وعاشت بعد النبیؐ ستۃ اشھر | فرمایا تو اون کے شوہر حضرت علیؑ نے
فلما توفیت دفنھا زوجھا علی | رات کو دفن کیا اور ابوبکر کو دفن وکفن و
لیلاً ولم یوذن بھا ابوبکر | نماز میں شریک نہ کیا اور خود نماز پڑہی۔
وصلی علیھا

ان روایات کے بعد واضح ہوگیا کہ حضرت امیرالمؤمنین خلفائے ثلثہ کو خلیفہ وجانشین نہیں سمجھتے تھے بلکہ خود اپنی ذات والاصفات کو اس منصب کا مستحق سمجھتے تھے۔

حضرت پر نہایت جبر و تشدد کیا گیا جس کی فریاد قبر رسول پر جاکر کی۔
اسی طرح فاطمہ زہرا کو اس قدر اذیتیں پہونچائی گئیں کہ نہایت ناراض ہوکر انتقال فرمایا اور جنازہ پر شرکت نماز وکفن ودفن سے خلفا کو ممنوع رکھا اس قدر ناراضی کہ نماز جنازہ میں بھی شرکت گوارہ نہ کی۔

پس ایسی صورت میں حضرت علیؑ کا خلفا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھدینا وغیرہ کسی

طرح بیعت نہیں کہا جا سکتا۔ ابتدائے بحث میں ہم لکھ چکے ہیں کہ بیعت حقیقی معنوں میں اوس وقت ہوتی ہے جبکہ بیعت کرنے والا اوسکو اپنا برحق پیشوا سمجھتا ہو۔

لہذا برادرانِ اسلام کو چاہیئے کہ اس عقیدہ کو اپنے دلوں میں راسخ کریں اور باطل کوش و حق پوش افراد کے مکر و فریب سے متنبہ رہیں۔

ہم آخر بحث میں اتنا اور عرض کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین نے جب بے انتہا سختیاں دیکھیں اور رسی باندھ کر کھینچے گئے تو آپ نے ان ناقابل برداشت سختیوں کے برداشت کر لینے کے بعد قبر رسولؐ پر فریاد کی اور اس آیت کی تلاوت کی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی۔ (اے بھائی قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا ہے اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں) یہ آیت جناب ہارون کے قول کی نقل ہے جس طرح جناب ہارون نے اپنی قوم کی تکلیفوں اور سختیوں پر اپنے بھائی جناب موسیٰ سے فریاد کی تھی اسی طرح جناب علی مرتضیٰؑ نے قوم کی سختیوں اور تکلیفوں پر اپنے بھائی سے فریاد کی۔

اور حضرتؑ نے جناب ہارون کا قول اسلئے نقل فرمایا کہ لوگوں کو جناب رسولخدا کی یہ حدیث یاد آجائے۔

یا علی انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی	اے علی تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہوگا۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳)

جناب امیر المومنین نے آنحضرتؐ کو یابن اُمّ تعلیم قرآن و محاورات عرب کے مطابق کہا ہے چنانچہ قرآن مجید میں دادی کو بھی ماں کہا گیا ہے۔ اور حضرت امیرؑ اور رسول خداؐ کی دادی حقیقی تہیں اسی بنا پر حضرتؑ نے یابن اُمّ کہکر پکارا ہے۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید پارہ ۴ رکوع ۱۵

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ تمپر تمھاری مائیں حرام کیگئیں۔

اِس آیت میں اُمہات سے مراد مائیں اور دادیاں بھی ہیں اور لفظ اُمہات کہ جو اُم کی جمع ہے۔ جس طرح ماں کو شامل ہے اوسی طرح دادی کو بھی شامل ہے۔

نیز شنفری شاعر فصیح و بلیغ نے اپنے قصیدہ کے مصراع اوّل میں لفظ بنی اُمّی کہا ہے یعنی میرے ماں کے بیٹے یعنی میرے بہائیو حالانکہ وہ لوگ اسکی حقیقی ماں کے بیٹے نہ تھے ملاحظہ ہو۔

اقیموا بنی امی صدور مطیکم اے میری بہائیو اپنی سواریکے سینے ٹیک دو

بہرحال حضرت امیر کا یہ فقرہ اہلسنت و اہل التشیع دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے جیسا کہ ہم نے پیشتر حوالہ دیا ہے:۔

موجودہ زمانہ کے مفسدین کی ہم نے پیشتر کئی خیانتیں پیش کی ہیں اور اپنے برادران اسلام کو اونکے فریب پر متنبہ کردیا ہے۔ علاوہ اُن خیانتوں کے چند خیانتیں اور پیش کرتے ہیں۔

پہلی خیانت۔ حضرت امیر المومنین کے اوس نصیحت آموز خطبہ میں کیگئی ہے جو حضرت

نے عثمان کے متنبہ کرنے کیلئے ارشاد فرمایا ہے، حضرت کا یہ خطبہ اوس وقت کا ہے جب مظالم عثمانی حد سے سوا ہو گئے اور اصحاب رسول پر مصیبتیں ڈہائی گئیں اُن کے حقوق غصب کئے گئے دین رسول میں بدعتیں کیگئیں۔

چنانچہ ابوذر پٹواکر مع اون کی ایک صاحبزادی کے مدینہ سے جنگل میں نکلوا دئے گئے حالانکہ یہ وہ صحابی تھے کہ جناب رسول خدا نے ان کو صادق القول اور حق گو کا لقب دیا تھا اور جرم فقط یہ تہا کہ رسول اللہ کی یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے اور وہ مظالم کے بعد

حدیث رسولؐ اذا اکملت بنی اُمیہ ثلثین رجلا اتخذ وا بلاد اللہ دولا وعباد اللہ خولا و دین اللہ دغلا یعنی جب بنی اُمیہ کے مردون کی تعداد تیس پوری ہو گئی اوس وقت خدا کے بلاد کو مال غنیمت اور خدا کے بندوں کو لونڈی غلام سمجھینگے اور خدا کے دین کو مکاری کے طور پر اختیار کریں گے (تاریخ ابن واضح و تاریخ مسعودی و تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۹۱)

عبد اللہ بن مسعود آنحضرتؐ کے جلیل القدر صحابی کہ جنکے متعلق آنحضرت نے فرمایا تھا کہ جس کو قرآن کی تعلیم مقصود ہو وہ عبد اللہ ابن مسعود سے حاصل کرلے مگر عبد اللہ ابن مسعود کو جناب عثمان نے حیوان زشت کہا اور مسجد نبوی میں انکو اتنا پٹوایا کہ اونکی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں اور جرم فقط یہ تہا کہ اپنا جمع کردہ قرآن جناب عثمان کو نذر آتش کرنے کو نہیں دیا تہا (تاریخ ابن واضح و تاریخ خمیس

جلد۲ص ۲۹۱)

جناب عمار یاسر جناب سول خدا کے ممتاز صحابی جنکے متعلق رسول اللہ ؐ نے فرمایا تھا اما عمار فقد ملئ ایمانا من قرنہ الی قدمہ عمار یاسر از سرتا قدم ایمان سے مملو ہیں۔

انہی بزرگ صحابی رسول کو خود عثمان اور چند لوگوں نے ملکر اپنے گھر میں بند کر کے اتنا مارا کہ انکی کھال اُڑ گئی اور اون کے ان وشکم پر اتنی لاتیں ماری کہ بیہوش ہوگئے اور فتق کا عارضہ لاحق ہوگیا اور جرم فقط یہ تھا کہ اصحاب رسول کے شکایات لکھکر عثمان کے پاس لیگئے تھے (الامامتہ والسیاستہ ص ۵۵ جلد ۱ تاریخ خمیس جلد۲ص ۲۸۸ وص ۲۸۹ وتاریخ ابو الفدا)

مظالم عثمانی کی فہرست کہانتک لکھیں کتب تواریخ اُن کے مظالم سے مملو ہیں اس وقت ہم ایک خط نقل کرتے ہیں جو مدینہ کے رہنے والوں نے اصحاب رسول ؐ وتابعین کے نام بھیجا تھا اوس خط سے ان کے بدعات کا بھی پتہ چل جائیگا۔ ملاحظہ کیجئے الامامتہ والسیاستہ جلد اوّل ص ۵۹ طبع مصر واقعہ حصار عثمان سطر ۱ طبع اوّل۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من المہاجرین	بسم اللہ الرحمن الرحیم مہاجرین اولین
الاولین وبقیۃ الشوری	اور بقیہ شوریٰ کیطرف سے تمام صحابہ
الی من بمصر من الصحابۃ	اور تابعین کو جو کسی شہر میں ہوں

والتابعين اما بعد ان تعالوا الينا وتداركوا خلافة رسول الله فان كتاب الله قد بدل وسنة رسول الله قد غيرت واحكام الخليفتين قد بدلت فننشد الله من قرأ كتابنا هذا من بقية اصحاب رسول الله والتابعين باحسان اقبل الينا واخذ الحق لنا واعطاناه فاقبلوا الينا ان كنتم تؤمنون بالله و اليوم الآخر واقيموا الحق على المنهاج الواضح الذى فارقتم عليه نبيكم الخ

معلوم ہو کہ جلد ہماری طرف آؤ اور خلافت رسول کی خبر لو کیونکہ خدا کی کتاب میں تبدیلیاں کر دی گئیں۔ اور سنت رسول میں تغیر کر دیا گیا اور ابوبکر و عمر کے احکام بدل دیئے گئے پس اصحاب رسول اور تابعین میں سے جو ہمارے اس خط کو پڑھے ہم اسکو قسم دیتے ہیں کہ ہماری طرف فوراً آئے اور ہماری دادرسی کرے اور ہمارا حق ہمکو دلوائے پس اگر تم خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو جلد ہماری خبر لو اور حق کو اُس راستہ پر قائم کرو کہ جس واضح راستہ پر آنحضرت چھوڑ گئے تھے۔

ہمارے برادران اسلام کو جب مظالم عثمان کی حالت معلوم ہو گئی تو اب ہم اُس خطبہ کو لکھتے ہیں جو حضرت نے عثمان کے نصائح میں فرمایا ہے اور ہم اس خطبہ کو علامہ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ سے پیش کرتے ہیں

ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ جلد اوّل ص ۵۱۰ سطر ۲۵ مطبوعہ ایران

ومن كلام له عليه السلام لعثمان	یہ حضرت کا کلام جو عثمان ابن عفان سے
بن عفان لما اجتمع الناس الى امير	اوس وقت فرمایا ہے جبکہ لوگوں نے مجتمع
المؤمنين وشكوا اليه ما نقموه على	ہوکر امیر المومنین علیہ السلام سے عثمان
عثمان وسألوا مخاطبته واستعتابه	کے مظالم کی شکایت کرتے ہوئے حضرت کو
لهم فدخل على عثمان فقال ان	اونکے اور اپنے درمیان میں سفیر بنا کر
الناس ورائي وقد استسفروني	عثمان کے پاس بھیجا ہے پس حضرت
بينك وبينهم والله ما ادري	علیؑ عثمان کے پاس گئے اور یہ فرمایا اے
ما اقول لك لا اعرف شيئا تجهله ولا ادلك على امر لا	عثمان لوگ میرے پس پشت موجود ہیں
تعرفه انك لتعلم ما نعلم ما سبقناك الى	اور مجھے اونھوں نے اپنے اور تمھارے
شئ فنخبرك عنه ولا خلونا بشئ	درمیان سفیر بنا کر بھیجا ہے اے عثمان
فنبلغكه وقد رأيت كما رأينا	خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں
وسمعت كما سمعنا وصحبت رسول الله	تمھیں کیا سمجھاؤں اور کون سے وہ
كما صحبنا الى اخره	واقعات بتاؤں کہ جنسے تم واقف نہیں

جو واقعات ہمیں معلوم ہیں وہ سب تمھیں معلوم ہیں ہم تمھیں کسی ایسی شے کی خبر دینے
نہیں آئے ہیں جو تم سے پہلے ہمیں معلوم ہوئی ہو اور نہ کوئی واقعہ ایسا پوشیدہ ہی ہے
کہ جس کی تمھیں اطلاع دیں تم نے سب واقعات دیکھے ہیں جیسے ہم نے دیکھے ہیں اور تم نے
سب حالات سُنے ہیں جیسے ہم نے سنے ہیں اور تم تو صحبت رسول بھی اُٹھائے ہوئے ہو جیسے

ہم نے صحبت کا شرف حاصل کیا ہے۔ (یعنی باوجودیکہ صحبت رسول کا شرف حاصل کر چکے ہو اور آنحضرتؐ کے خلق سے واقف ہو اور پھر یہ مظالم) حضرت کے نصائح کے آخری فقرات یہ ہیں۔

فلا تكونن لمروان سيقة يسوقك حيث شاء بعد جلال السن و تقضى العمر فقال له عثمان كلم الناس في ان يوجلونى حتى اخرجهم اليهم من مظالمهم فقال عليه السلام ما كان بالمدينة فلا اجل فيه وما غاب فاجله وصول امرك اليه

دیکھو عثمان تم اپنے کو مروان کے قبضہ میں نہ دو کیونکہ وہ جب چاہتا ہے اور جہاں چاہتا ہے تمھیں کھینچ لیجاتا ہے اور اب تو تمھارا سن وہ نہیں رہا کہ تم اپنا اچھا برا نہ سمجھ سکو اسپر عثمان نے کہا کہ اچھا تو مجھے آپ کچھ دنوں کی مہلت دلوا دیجئے تاکہ میں انتظامات کرسکوں اور اُن کے مطالبات پورے کرسکوں حضرت نے فرمایا جو مطالبات مدینہ سے متعلق ہیں اون میں مہلت کی ضرورت نہیں اور جو مقامات مدینہ سے دور ہیں اونکے لئے اتنی مدت کافی ہے۔ کہ تمہارا خط وہاں پہونچ جائے۔

حضرت امیر کی یہ عبارت تمامتر مظالم عثمانی سے تعلق رکھتی ہے مگر مفسدین نے ان واقعات کو نہ ذکر کرکے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے اور حضرت امیرؑ کو علم و عمل میں عثمان سے مساوی قرار دیا ہے مگر ہمارے برادران اسلام کو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ دنیا پرست لوگوں کی حق پوشی ہے ورنہ کہاں باب مدینۃ العلم جو

علوم اولین و آخرین کا عرشِ شہید کہ جسکے اعلم الناس بعد الرسول ہونے پر اُمت کا اجماع ہے (ینابیع المودة ص ۱۷۰) اور کہاں بقول عائشہ نعثل (روضۃ الاحباب جلد ۳ ص ۱۲) اور بقول اصحاب رسول مبدل کتاب خدا و سنت رسول جیسا کہ گذرا

اسکے علاوہ ہم ترجمہ فقرہ انك لتعلم ما نعلم کی صحت پر علامہ ابن ابی الحدید کی شرح دلیل پیش کرتے ہیں کہ جس سے بالکل واضح ہو جائیگا کہ یہ فقرہ عثمانی مظالم سے متعلق ہے ملاحظہ ہو۔

شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید جلد اوّل ص ۵۱۰ سطر ۵ طبع ایران

واقسم علی ذلك انه لا یعلم لانه لا یعرف امراً یجهله ای من هذه الاحداث خاصة وهذا حق لان علیاً لم یکن یعلم منها ما یجهله عثمان بل کان احداث الصبیان فضلاً عن العقلاء الممیزین یعلمون وجهی الصواب والخطاء

حضرت امیرؑ نے جو اس امر کی قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسا واقعہ نہیں جانتے تھے کہ جس سے عثمان ناواقف ہو یہ اسلئے قسم کھائی کہ درحقیقت ان مظالم عثمانی میں سے کوئی حادثہ ایسا نہ تھا کہ جو جناب امیر کو معلوم ہو اور عثمان کو معلوم نہ ہو اور یہ قسم حضرت کی حق تھی کیونکہ حضرت علیؑ کوئی ایسا حادثہ عثمانی نہیں جانتے تھے کہ جس سے عثمان بے خبر ہو بلکہ کم سن بچے تک صواب و خطائے عثمانی سے واقف تھے چہ جائیکہ صاحبان عقل و تمیز۔

دوسری خیانت حضرت کے اوس خطبہ میں کیگئی ہے کہ جو حضرت نے خوارج کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اور اول و آخر چھوڑ کر درمیانی عبارت کو نقل کیا گیا ہے جسکو بظاہر اپنے مقصد کیلئے مفید سمجھا گیا ہے لہذا ہم خائنین کی خیانت کے اظہار کیلئے اوس عبارت کو چند سطر اوپر سے نقل کرتے ہیں۔

ثم انتم شرار الناس ومن رمی به الشیطان مرامیه وضرب به تیهه وسیهلك فی صنفان معز طٍ یذهب به الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذهب به البغض الی غیر الحق وخیر الناس فی حالاً النمط الاوسط فالزموه والزموا السواد الاعظم فان ید الله علی الجماعة وایاكم والفرقة فان الشاذ من الناس للشیطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب .	تم اے خوارج شریر ترین مردم ہو اور تم وہ ہو کہ جنکے ساتھ شیطان کھیل کھیلا اور جنکو اچھی طرح گمراہ کیا دیکھو میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہو نگے ایک تو وہ محبّ غالی جنکی محبت اوسے غیر حق تک پہونچا دے (جیسے نصیری) اور ایک وہ عدو کہ جس کا بغض اوسے غیر حق تک پہونچا دے۔ (جیسے چوتھے درجہ پر ملنے والے) اور بہترین مردم (جو نہ تو مرتبہ سے بڑھا کر خدا تک پہونچاتے ہیں اور نہ مرتبہ سے گھٹاتے کہ اتباع کا محکوم بناتے ہیں)

اسی راستہ کو تم بھی اختیار کرو اور سواد اعظم کا اتباع کرو کیونکہ اُسی گروہ مومنین کو

رحمت خدا کا ہاتھ ہے اور یاد رکھو جو اس سے الگ ہو گا وہ اسی طرح شیطان کا شکار ہو گا جیسے بھیڑ اپنے گلہ سے نکل کر بھیڑیئے کا حصّہ ہو جاتی ہے۔ اس خطبہ میں حضرت نے خوارج کو نصیحت فرمائی ہے اور اونہیں اپنی جماعت کی طرف دعوت دی ہے۔ یہ چند معدود لوگ تھے جو حضرت کے لشکر سے الگ ہو گئے تھے۔ حضرت نے اونہیں افتراق سے ڈرایا ہے۔ اور سوادِ اعظم سے خود حضرت کا گروہ مومنین مراد ہے۔ نہ کہ ہر زمانہ کی کثرت تعداد ورنہ تعداد میں معاویہ کا لشکر حضرت سے زائد تھا لہذا چاہیئے کہ وہ حق پر ہو جائے یا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے مقابل جو لشکر تھے وہ تعداد میں زائد تھے لہذا چاہیئے کہ وہ حق پر اور گروہ انبیاء باطل پر ہو جائے لہذا معلوم ہوا کہ خوارج کے مقابلہ میں حضرت کی جماعت سوادِ اعظم تھی اسی کی طرف حضرت نے خوارج کو دعوت دی ہے اور مخصوص خوارج سے حضرت کا خطاب ہے یہ عام خطاب نہیں ہے۔ جیسا کہ مفسدین نے عام خطاب مراد لیکر اپنی بے سوادی کا ثبوت دیا ہے اگر یہ فتنہ گر افراد نہج البلاغہ کی فہرست دیکھ لیتے تو اونہیں اس خطبہ کے متعلق یہ لفظ ملجاتے کلام فی الاحتجاج علی الخوارج والنھی عن الفرقۃ یعنی یہ کلام حضرت کا خوارج پر حجت پوری کرنے اور اونکو تفرقہ سے روکنے کے متعلق ہے یا علامہ محمد عبدہ مفتی دیار مصر کی شرح جو اسی نہج البلاغہ مطبوعہ مصر میں ہر صفحہ کے تحت میں موجود ہے دیکھ لی ہوتی یا شرحِ نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید کے ص ۴۲۶ جلد اول کا مطالعہ

کرلیا ہوتا وہاں یہ الفاظ ملجاتے ومن کلام لہ ع قالہ للخوارج یعنی یہ حضرت کا وہ کلام ہے کہ جو خوارج سے متعلق ہے۔ مگر اس قدر آسانیوں کے بعد بھی اس مخصوص کلام کو عام لکھکر عوام کو دہوکہ دینا انتہائی خباثت وفتنہ پردازی کی دلیل ہے۔ ہمارے برادرانِ اسلام ایسے خطرناک افراد سے قطع تعلق کرکے اتحاد مابین الفریقین کا ثبوت دینگے۔

تیسری خیانت حضرت کے اوس خطبہ میں کیگئی ہے جو حضرت نے عباس اور ابوسفیان سے اُسوقت ارشاد فرمایا تھا جبکہ ابوبکر کی بیعت ہوچکی تھی اور لوگ بیعت میں داخل ہوچکے تھے اور حضرت امیر آنحضرت کے دفن وکفن میں مشغول ہونیکی وجہ سے محروم کئے جاچکے تھے کیونکہ خلفائے ثلثہ آنحضرت کا جنازہ بے غسل وکفن چھوڑکر سقیفہ میں چلے گئے اور اوس وقت وہاں سے واپس ہوئے جب آنحضرت دفن ہوچکے تھے (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۴۰ وتاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۸) آنحضرت کے غسل وکفن میں حضرت علیؑ اور عباس اور فضل وقثم واسامہ وشقران شریک تھے مگر غسل فقط حضرت علیؑ ہی نے دیا کیونکہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ علیؑ کے سوا کوئی دوسرا شخص مجھے غسل نہ دے ورنہ اندہا ہوجائے گا (تاریخ ابن وردی وتاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۸۹ وطبقات ابن سعد واستیعاب ص ۲۰ جلد ۱) غرض جب ابوبکر کو بیعت ہوچکی اور لوگ بیعت میں داخل ہوچکے تو عباس اور ابوسفیان نے حضرت سے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرلیں ہم ان لوگوں سے افضل ہیں لہذا یہ لوگ مستحق

خلافت نہیں ہو سکتے حضرت نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

ایها الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاة وعرجوا عن طریق المنافرة وضعوا تیجان المفاخرة افلح من نهض بجناح او استسلم فاراح ماء اجن ولقمة یغص بها اکلها ومجتنی الثمرة لغیر وقت ایناعها کالزارع بغیر ارضه فان اقل یقولوا حرص علی الملک وان اسکت یقولوا جزع من الموت هیهات بعد اللتیا والتی والله لابن ابیطالب انس بالموت من الطفل بثدی امه بل اندمجت علی مکنون علم لو بحت به لاضطربتم اضطراب الارشیة فی الطوی البعیدة

اے لوگو فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں کی مدد سے دفع کرو (یعنی یہ جو فتنہ سقیفہ سے احکام اسلام تباہی میں آ رہے ہیں اور رسول اللہ کی تبائی ہوئی شریعت مٹ رہی ہے اسکی اصلاح کا طریقہ یہ اختیار کرو کہ اہلبیت رسول سے احکام شرع کا سبق لو اور انہیں کے دامن سے تمسک رکھو تاکہ تمہیں صحیح احکام خدا و رسول معلوم ہوں اور تمہاری نجات ہو جائے کیونکہ ہم اہلبیت ہی کشتی نجات ہیں۔

حضرت نے لفظ سفن نجات سے آنحضرت کی اس حدیث صحیح کی طرف اشارہ فرمایا ہے مثل اهلبیتی کسفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق وهوی (صواعق محرقہ

ابن حجر مکی ص ۱۱۱ سطر ۱۵ طبع مصر مسند ابو یعلی وکبیر و اوسط و صغیر طبرانی مسند
احمد بن حنبل تاریخ ابن جریر تاریخ حاکم حلیۃ الاولیاء مسند بزار مناقب
مغازلی وغیرہ از ارجح المطالب ص ۳۸۱ و ص ۳۸۲) یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ
میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کشتی نوح۔ جو سوار ہو گیا اوس نے نجات
پائی اور جس نے کشتی کو چھوڑ دیا غرق ہو گیا اور ہلاکت میں پڑ گیا پس معلوم ہوا کہ اہلبیت
سفینۂ نجات ہیں اسی مطلب کو حضرت نے بیان فرمایا ہے کہ اہلبیت کے ذریعہ سے
احکام کی تباہی کو دور کر سکتے ہو لہذا (تمہیں چاہئے کہ راہ منافرت (یعنی مفاخرت
حسبی و نسبی) سے بچو اور فخر و مباہات کے تاجونکو اوتار دو (جو اور زائد تکلیفوں کے
سبب ہوں گے) کیونکہ اس وقت جو شخص گوشہ نشینی اختیار کریگا وہی مصیبتوں
سے نجات پائے گا (نہض بجناح کا ترجمہ ہم نے گوشہ نشین ہو جانا موافق شرح
علامہ ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۴۰ کیا ہے اور در حقیقت اس فقرہ کا مطلب یہی ہے
کیونکہ نہض بجناح اوس طائر کیلئے کہا جاتا ہے جسکے پیر ٹوٹ گئے ہوں اور
وہ اپنے پیروں پر زور دیکر زمین سے اوٹھتا ہو اور ایک طرف مجبور پڑا رہتا ہو)
یا اس وقت وہ شخص آرام پائے گا جو صلح و آشتی سے کام لے گا کیونکہ اس وقت
بیعت سقیفہ سخت تلخ پانی کیطرح ہے اور اوس لقمہ کیطرح ہے جو حلق میں پھنس
کر رہ جائے اور نہ باہر ہی نکلتا ہو اور نہ پیٹ ہی میں جاتا ہو اسکے بعد حضرت جنگ
نزاع اور سکوت و خاموشی کے وجوہ بیان کرتے ہیں پھل کی پختگی سے پہلے پھل

کا توڑنے والا ایسا ہی ہے کہ جیسے غیر مناسب زمین میں کاشت کرنے والا یعنی
جس طرح زمین شور وغیر مناسب میں کاشت کرنے والا کوئی فائدہ نہیں اوٹھا سکتا
یونہی بغیر وقت کے پھل توڑنے والا کوئی فائدہ نہیں حاصل کرسکتا (مطلب حضرت کا یہ
ہے کہ اب خلافت طلب کرنے اور ان لوگوں سے اس منصب کے نکالنے کا وقت نہیں رہا)
کیونکہ اب اگر اب میں اون سے خلافت نکالتا ہوں تو کہینگے کہ علی ملک کی حرص
میں جنگ کرتے ہیں اور اگر خاموش رہتا ہوں تو کہینگے علی موت سے ڈر گئے حالانکہ
چھوٹے اور بڑے سے بڑے میدان جنگ میں میری تیغ آزمائی دیکھ لینے کے بعد
انکا یہ خیال بعید از انصاف ہے خدا کی قسم ابوطالب کا فرزند تو موت سے اتنا
مانوس ہے کہ طفل شیر خوار اپنی ماں کی چھاتیوں سے بھی اتنا مانوس نہ ہوگا میری
خاموشی کی یہ وجہ نہیں ہے بلکہ میں آنحضرتؐ کی وصیّت کی وجہ سے مجبور ہوں اگر
میں اوس وصیّت کو میں ظاہر کردوں تو لوگ اوس طرح مضطرب و متحیر ہوجائیں،
جس طرح گہرے کنوئیں میں طویل رسی متحرک و مضطرب ہوتی ہے۔

یہ جو کچھ ہم نے اس خطبہ کا ترجمہ کیا ہے وہ علامہ ابن ابی الحدید کی شرح
نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۴۰ کے موافق کیا ہے چنانچہ علامہ موصوف حضرت کے
فقرہ مکنون علم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ ہو کتاب مذکور کا صفحہ مذکورہ

وھذا اشارۃ الی الوصیۃ	یہ فقرہ حضرت علیؑ کا اُس وصیت کی طرف
التی خصّ بھا انہ قد کان	اشارہ ہے جو آنحضرتؐ نے مخصوص طور پر

من جملتہا الامر بترک النزاع حضرت علی کو فرمائی تھی جس میں یہ حکم
فی مبدء الاختلاف علیہ بھی تھا کہ اے علی تم ان لوگوں سے
ابتدائی زمانہ میں برسرپیکار نہ ہونا (یہ وہی وصیت ہے کہ جس میں ابتدائی کچھ مخصوص
زمانہ بتادیا گیا تھا کہ جس میں ترک نزاع کا حکم تھا پس حضرت کے حروب جمل و صفین
وغیرہ سے معلوم ہوا کہ وہ مخصوص زمانہ کہ جس میں خاموش رہنے کا حکم تھا وہ زمانہ
خلافت ثلثہ سے متعلق تھا)

بہرحال بیانات سابقہ سے برادران اسلام پر واضح ہوجائے گا کہ حضرت
خلفائے ثلثہ سے بےحد ناراض اور بےانتہا مکدر رہتے تھے یہانتک کہ اونکو کاذب
و خائن و غادر و آثم وغیرہ بھی کہا کیونکہ حضرت پر مظالم کی یورش کردی گئی تھی
اور جناب فاطمہؑ زہرا پارہ جگر رسول کہ جنکی آنحضرتؐ تعظیم فرماتے تھے اور کئی ماہ
برابر جنکے دروازہ پر بحکم خدا سلام کرتے رہے ایسی ناراض ہوئیں کہ تا حیات سلام کا
جواب تک نہ دیا (الامامۃ والسیاسۃ) اور آخر یہ کہہ کر دنیا سے اوٹھیں کہ اپنے
بابا جان سے خدا و ملائکہ کی گواہی کے ساتھ شکوہ کروں گی۔

نیز یہ مطلب بھی اظہر من الشمس ہوگیا کہ حضرت علیؑ اگرچہ اپنے بازوؤں میں
وہی قوت خداداد رکھتے تھے کہ جسکے جوہر بدر و احد کے میدان میں ظاہر ہوچکے
تھے مگر جنگ کرنیسے محض عہد رسول و احترام مدینہ وغیرہ کی وجہ سے مجبور
ہوگئے گلے میں رسی باندھی گئی دروازہ پر آگ اور لکڑیاں بھی جمع کیگئیں زبردستی

گھسیٹکر گھر سے نکالے بھی گئے قتل کی تدبیریں بھی کیگئیں حق خلافت و باغ فدک بھی غصب کیا گیا دوستوں کو پیٹتے ہوئے لاتیں لگتے ہوئے پسلیاں ٹوٹتے ہوئے بھی دیکھا مگر واہ رے ثابت قدم وصی اور اللہ رے تیرا صبر کہ چہرہ پر شکن نہ آئی۔

ایسے ہی پر آشوب زمانہ اور آئیندہ اس سے بدتر آنے والے زمانہ کے لئے کہ جس میں علیؑ کا نام لینے والا اور دوستی کا اظہار کرنے والا واجب القتل سمجھا جائے حضرت امیر نے بحیثیت خلیفۂ حقیقی اپنا فرض سمجھتے ہوئے اپنے دوستوں کے بچانیکی تدبیریں کیں اور زمانہ آنحضرتؐ ہی سے پیشینگوئیوں کو سنکر اس کا کافی نظام کیا منجملہ دیگر تدابیر کے ایک تدبیر اپنے دوستوں کے بچانیکی یہ بھی کی کہ اپنے بیٹوں کے نام وہی رکھے جو خلفائے جور کے نام تھے تاکہ اگر کسی وقت خلفاء کے متعلق اظہار نفرت سے کلمے دوستوں کی زباں پر آجائیں اور میرا دوست سمجھکر اونھیں سزائے سخت دیجائے اور ان خلفائے جور کی مدح سرائی کیجائے تو اپنی جان بچانے کے لئے وہ کلمات میرے بیٹوں کیطرف منسوب کرکے مجھ سے دشمنی کا اظہار کرسکیں اور اس طریقہ سے اپنی جان محفوظ کرسکیں۔ جیسا کہ آنحضرت نے جناب عمار یاسر کو تعلیم دی تھی جیسا کہ ہم تفسیر کبیر کے حوالہ سے باب تقیہ میں پیش کرچکے۔

جو لوگ ہمیشہ مظالم پر کمر بستہ رہے اور اہلبیت اور اونکے دوستوں کے خون

کے پیاسے رہے اور اموی و عباسی سلطنتوں نے اونہیں ہر انسانیت سوز و شریعت کش فعل و عمل کی آزادی دیدی اونہیں چونکہ کبھی ایسے پر ہول و خطرناک مناظر سے دوچار نہیں ہونا پڑا کہ جو دوستان آل اطہار کو پیش آئے اسلئے آج وہ قرآنی حکم اور نبوی امر کا مذاق اُڑاتے ہیں اور تقیہ کے معنے معاذ اللہ جھوٹ کہتے ہیں - جو نہ کسی لغت سے ثابت اور نہ کوئی آیت و حدیث اوسپر گواہ جیسا کہ ہم مبحث تقیہ کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر چکے۔

ہمارے اس موضوع کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیرؑ خلفائے ثلثہ سے برابر ناراض رہے اور اونمیں سے کسی ایک کی بیعت نہیں کی کیونکہ حقیقی معنوں میں بیعت واقع ہی نہیں ہوئی نہ حضرت نے اونکو برحق پیشوا سمجھا اور نہ برضا و رغبت اطاعت کی لہذا صحیح معنوں میں حضرت نے ہرگز بیعت نہیں کی مگر کفر آشنا افراد بیعت علی مرتضیٰ کے ثبوت میں فقرہ بایع مکرھا (یعنی بجبر و اکراہ حضرت نے بیعت کر لی) پیش کرتے ہیں جس سے اتحاد خلفا پر دلیل لاتے ہیں مجھے انکی بے سوادی پر تعجب ہے کہ اگر خلفا میں اتحاد تھا تو یہ بیعت بجبر و اکراہ کیونکر ہوئی جیسا کہ اس لفظ مکرھا سے ثابت ہے کہ جبر کیا گیا۔ حضرت بیعت پر راضی نہ تھے لہذا اتحاد نہ تھا اور چونکہ بجبر و اکراہ ہاتھ پر ہاتھ رکھوایا گیا لہذا بیعت نہیں ہوئی کیونکہ بیعت میں پیشوا کو برحق پیشوا سمجھنا ضروری ہے اور حضرت نے پیشوا سمجھا نہیں ورنہ جبر کیوں کیا جاتا لہذا نہ تو اتحاد ہی ثابت ہوا اور نہ بیعت ہی ہوئی۔

والسّلام محمد بشیر عفی عنہ

سیرتِ علویؑ کا ایک ورق (۱)

ازقلم معجز رقم حضرت فخر المحققین سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ
مجتہد العصر دام ظلہ

دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو ذاتی مفاد کے مقابلہ میں مذہبی و ملّی مفاد کو پامال کردیں لیکن ایسے افراد بہت کم ہیں جو اجتماعی مفاد کی خاطر اپنے شخصی و ذاتی مقاصد و اغراض پر پانی پھرنا گوارا کریں۔

انسان کی عام ذہنیت اُسکو اغراضِ شخصیہ کی چار دیواری میں محدود رکھتی ہے اور اُسکی افتادِ طبع یہ ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد کے مقابلہ میں دنیا کی کسی چیز کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرے اور پھر تنگ نظری یہ ہے کہ وہ دوسرے انسان کو بھی اپنے ہی اوپر قیاس کرکے اُس کے طرزِ عمل کو اپنے زاویۂ نظر اور معیارِ ذہنیت سے جانچنے کی کوشش کرتا ہے۔

اِس طرح نتائج کے نکالنے میں وہ ٹھوکریں کھاتا ہے اور غلطیاں کرتا ہے جسکی ذمہ دار اُسکی پست ذہنیت ہے اور کچھ نہیں۔

حالانکہ عقل و تدبر کا اقتضاء یہ ہے کہ بلند افراد کے طرزِ عمل کو اُن کی شایانِ شان بلند ذہنیت کے مطابق اور پست افراد کے طرزِ عمل کو اُن کے مطابق نقطۂ نظر

(۱) یہ مضمون اخبار الواعظ لعنت نمبر میں شایع ہوا تھا اور چونکہ اس رسالہ کے موضوع سے اس کا انتہائی تعلق ہے لہذا بہ اجازت حضرت سید العلماء دام ظلہٗ ہم اسکو رسالہ ہذا کا ضمیمہ قرار دیتے ہیں۔ سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ۔

سے جانچا جائے لیکن عام طور سے ایسا نہیں ہوتا۔

انسان کی بلند ترین صفت یہ ہے کہ جب مفادِ شخصی اور مفادِ نوعی و اجتماعی میں تصادم ہو تو مفادِ نوعی کو مقدم رکھا جائے۔ انسان کی بلند صفت یہ ہے کہ وہ فرض شناسی کو ہر مقام پر مقدم رکھے اگرچہ وہ اُسکے کسی نفسانی جذبہ کے خلاف ہو۔

انسان کی بلند صفت یہ ہے کہ وہ امانت و دیانت کو ہر موقع پر ملحوظ رکھے چاہے وہ اپنے دشمن کیساتھ کیوں نہ ہو۔

ہر امر میں ذاتیات کا مدنظر ہونا اور اپنی نفسانی محبت یا عداوت کو ہر بات میں دخل دینا یہ تو پست فطرت اور پست طبیعت افراد کا کام ہے جن میں حیوانیت کا عنصر انسانیت سے زیادہ کارفرما ہوتا ہے اگرچہ انسان کی اکثریت ہمیشہ اسی مسلک پر قدمزن ہے لیکن اکثریت کو اگر معیارِ صداقت قرار دے لیا جائے تو ہر بد اخلاقی، پست فطرتی اور مفسدہ پردازی تہذیب و تمدن اور کمال و شرافت اور ہر کمال و شرفِ علم و ہنر انسان کیلئے نقص و عیب بن جانا ضروری ہے۔

لیکن یہ افسوس ہے کہ دنیا بلند افراد کے طرزِ عمل کو ہمیشہ اپنی ذہنیت کے تحت میں دیکھتی ہے اور اوس سے نتیجہ غلط نکالتی ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کی ذات دنیائے اسلام میں اسلامی تعلیمات کا مکمل نمونہ اور انسانی اوصاف و کمالات کا بہترین مجسمہ تھی۔

حضرت کی سیرت اُن تمام خصوصیات سے مملو ہے جو ایک انسان کی کامل انسانیت کے جوہر سمجھے جا سکتے ہیں اس لئے حضرت کی سیرت میں پہلو بہت زیادہ نمایاں نظر آتا ہے کہ حضرت نے کبھی اسلامی و اجتماعی معاملات میں اپنی ذاتی مخالفت اور نفسانیت۔ دشمنی و عداوت کو دخل نہیں دیا اور نہ امانت و دیانت کے مقابلہ میں عام نفسانی جذبات کو مقدم رکھا بلکہ ہمیشہ امانت و دیانت کے خیال کو ذاتی اغراض و مقاصد اور خیالات و جذبات پر مقدم کیا۔

دنیا کہ جو خود اپنے اور اپنے مزعومہ پیشواؤں کے طرز عمل کی بنا پر اس بات کی عادی ہو گئی ہے کہ وہ ہر بات میں شخصی اغراض کا پہلو مدنظر رکھے حضرت کے اس طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ حضرت کے کوئی ذاتی اختلاف کسی سے تھا ہی نہیں اور آپ انتہائی ربط و محبت اور دوستی و مودت رکھتے تھے حالانکہ اگر تھوڑی سی بلند نظری کو صرف کیا جاتا تو معلوم ہوتا کہ ذاتی اختلاف کیساتھ مصالح عامہ کی طرف صحیح رہنمائی کرنا وہ صفت ہے کہ جو انسانی اوصاف کا جوہر امتیاز رہے اور وہی امیرالمومنینؑ کے طرز عمل میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

یہ وہ خصوصیت ہے کہ جس سے امیرالمومنینؑ کے واقعات زندگی میں تاریخ کے ورق مملو ہیں اور جن کی صورتیں مختلف ہیں۔

کارفرمایانِ سلطنت یعنے وہ کہ جنھوں نے امیرالمومنینؑ کے تمام اوصاف و کمالات اور استحقاق و اختصاص سے چشم پوشی کر کے خلافت کے تخت کو حاصل کیا،

اور ملت اسلامیہ کے تاجدار اور صاحب اقتدار بنکر اصلاح قوم وملت کے
واحد دعویدار ہوئے۔ انھوں نے مشکلات کے موقع پر آپ سے مشورہ لئے
اور آپ نے وہ مشورے دیئے جو مفاد اسلامی کے لئے حقیقتاً صحیح اور مناسب
وقت تھے اور جن کے خلاف ہونا مفادِ اسلامی کے لئے انتہائی مضرت رساں تھا
ملاحظہ ہو پہلا مشورہ غزوۂ روم کے متعلق جو نہج البلاغہ میں مذکور ہے
جب حضرت عمر نے جنگ روم میں خود اپنے جانے کے متعلق حضرت سے مشورہ
کیا حضرت نے فرمایا۔

قد توکّل اللہ لاھل ھذا الدین	خداوند عالم نے اس دین کے متعلق
باعزاز الحوزۃ وستر العورۃ	یہ ذمہ داری لی ہے کہ اسکے مرکز کی
والذی نصرھم وھم قلیل لا	تقویت ہو اور کمزوریوں کی پردہ پوشی
ینتصرون ومنعھم وھم قلیل	ہو اور اس نے ان کی مدد کی جب وہ کم
لا یمتنعون حیّ لا یموت انّک	تھے کوئی مدد کرنے والا نہ تھا اور انکی
متیٰ تسیر الیٰ ھذا العدو	حفاظت کی جب وہ کم تھے خود اپنی حفاظت
بنفسک فتلقھم فتنکب	پر قادر نہ تھے، وہ اب بھی موجود ہے
لا تکن للمسلمین کانفۃ دون	زندہ ہے اور مرنے والا نہیں اگر
اقصیٰ بلادھم فلیس بعدک	آپ خود دشمنوں کے مقابلہ کو گئے اور
مرجع یرجعون الیہ فابعث	جنگ ہوئی اور آپ نے شکست کھائی

اللهم رجلا مجربا واحفز	تو مسلمانوں کے لئے کوئی جائے پناہ
معہ اھل البلاء والنصیحۃ فان	اُن دشمنوں کی سرحد کے قریب ہوگی اسلئے
اظھر اللہ فذاك ماتحب وان	کہ آپ کے شکست کھانے کے بعد وہاں
تکن الاخری کنت ردءً للناس	کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جس کی طرف
ومثابۃ للمسلمین۔	وہ رجوع کریں لہذا بہتر یہ ہوگا کہ آپ

ایک تجربہ کار شخص کو روانہ کیجئے اور اُسکے ساتھ بھیجئے اُن اشخاص کو جو سختیاں جنگ کی اُٹھانے کی طاقت اور صداقت و اخلاص رکھتے ہوں۔ اس صورت میں اگر خداوند عالم نے غلبہ عطا کیا تو یہی آپ کا مقصد ہے اور اگر معاملہ نوع دگر ہُوا تو آپ تو یہاں موجود ہی ہیں جنکے پاس مسلمان واپس آئیں گے اور پناہ لیں گے''

کتنے افسوس کا امر ہے کہ اس مشورہ سے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کیجاتی ہے کہ حضرت علیؑ اپنے زمانہ کے بادشاہ سے انتہائی محبت رکھتے تھے۔ اور اون کی جان کو عزیز سمجھتے تھے جب ہی حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو آپ جائیں اور شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان بے سرپرست رہجائیں گے اور کوئی اُن کا والی و وارث نہ ہوگا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ خیال حقیقت حال اور مشورہ کے الفاظ سے بہت دور ہے۔

اِس امر پر ذرا سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ حضرت

علیؑ نے مشورہ کے موقع پر خلیفۂ وقت کو جنگ کیلئے خود جانے سے کیوں منع کیا؟

کیا حضرت علیؑ کی سیاسی رائے یہی تھی کہ جو بادشاہ وقت اور خلیفۂ زمانہ ہو اسکو کبھی جنگ میں خود جاکر شریک نہونا چاہئے بلکہ خود اپنی جگہ پر بیٹھکر افواج کو بھیجنا اور دور ہی دور سے انکو لڑانا چاہئے؟

ایسا تو نہیں ہے ورنہ خود حضرت جبکہ ظاہری طور پر سلطنت و بادشاہت کے مالک ہوئے تو اس پر عمل کرتے اور خود مدینہ میں بیٹھ کر افواج کو روانہ کرتے یا کم از کم میدان جنگ کے قریب ہی لیکن معرکۂ جنگ سے دور کوئی اپنا مرکز قائم کرتے اور خود جنگ میں شریک نہوتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جتنی لڑائیاں آپ کے زمانہ میں ہوئیں سب میں آپ میدان جنگ میں موجود بلکہ تمام سپاہیوں کے آگے تلوار کھینچے ہوئے دشمنوں کی صفوں کے اندر شمشیر زنی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لہذا یہ خیال تو صحیح نہیں ہے کہ حضرت کی رائے خلیفۂ اسلام کے متعلق یہی تھی کہ اسکو اپنا مرکز نہ چھوڑنا چاہئے اور خود جنگ میں جاکر شریک ہو۔

پھر کیا یہ تھا کہ حضرت کو خلیفۂ وقت سے محبت اتنی تھی کہ وہ انکے میدان جنگ میں جانے کے روادار نہ تھے اور یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ شہید نہ ہو جائیں تو پھر مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔

یہ خیال بھی افسوس ہے کہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ حضرت امیرؑ کو خلیفۂ وقت سے کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو لیکن اس محبت کے مثل نہیں ہوسکتی جو آپ کو اپنے بھائی مشفق اُستاد اور معلم روحانی حضرت رسول اکرمؐ کیساتھ تھی۔ حالانکہ تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ بڑی بڑی لڑائیوں میں ہمیشہ رسالتمآبؐ میدانِ جنگ میں موجود ہوتے تھے اور کبھی حضرت علیؑ سے حضرت کو یہ مشورہ نہ دیا کہ حضور کا جنگ میں تشریف لیجانا مناسب نہیں اور حضور مدینہ ہی میں تشریف رکھیں اور لشکر روانہ فرمائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور شہید ہوجائیں پھر مسلمانوں کا کوئی والی و وارث نہ ہوگا باوجودیکہ جنگ اُحد میں رسالتمآبؐ کو اتنے زخم آگئے تھے کہ حضرت کی زندگی معرض خطر میں نظر آرہی تھی اور بہت قریب تہا کہ حضرت شہید ہوجائیں لیکن اسکے بعد بھی جنگ خندق میں حضرت خود میدانِ جنگ میں موجود تھے اور حضرت علیؑ یا کسی صحابی نے بھی حضرت کو مدینہ ہی میں قیام فرمانے کا مشورہ نہیں دیا۔

حضرت علیؑ جتنا بھی خلیفۂ وقت کو دوست رکھتے لیکن اپنے فرزند اور فرزندان رسولؐ یعنی حسنین علیہما السلام سے زیادہ دوست نہ رکھتے تھے۔

حالانکہ صفین وجمل ونہروان کی لڑائیوں میں یہ دونوں صاحبزادے اپنے پدر بزرگوار کے پہلو بہ پہلو جنگ میں شریک تھے اور حضرتؑ نے کسی موقع پر بھی ان کو جنگ سے علیحدہ کرنیکی ضرورت نہیں سمجھی۔

کیا ان تمام واقعات کی موجودگی میں یہ دل کو لگتی ہوئی بات ہے کہ حضرت علیؑ نے صرف محبت کی وجہ سے حضرت عمر کو جنگ میں جانے سے روکا۔ اور پھر محبت کی بنا پر جو بات ہو حقیقتاً مشورہ نہیں ہوا کرتا، اسے حضرت عمر کو ماننے کی کیا ضرورت تھی اور اگر وہ حقیقتاً جنگ میں جانے کا ارادہ رکھتے تھے تو حضرت علیؑ کے صرف اس محبتانہ روکنے سے وہ رک کیوں گئے اور جنگ میں جانے کا خیال ترک کیوں کیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقت حال کچھ اور ہے اور حضرت علیؑ کا مشورہ کسی اور اندیشہ پر مبنی ہے جس کو حضرت نے اپنے الفاظ میں ظاہر بھی فرما دیا ہے لیکن عام افراد کی حضرت خلیفۂ ثانی کے ساتھ خوش اعتقادی اور جذبۂ اخلاص و محبت نے اس پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا اور انھوں نے اس کو دوسرا لباس پہنا دیا۔

حضرت علیؑ کے یہ الفاظ خاص طور سے توجہ کے قابل ہیں انک متی تسیر الی ھذا العدو بنفسک فتلقھم فتنکب لا تکن للمسلمین کانفۃ دون اقصی بلادھم فلیس بعدک مرجع یرجعون الیہ

اس کا ترجمہ جو کیا جاتا ہے اور ہمارے پیش نظر ہے وہ یہ ہے "بتحقیق جب وقت آپ اس دشمن کے سامنے خود جائیں گے اور خود اُن سے مقابلہ کریں گے تو اگر کہیں شہید ہو گئے تو پھر مسلمانوں کو کوئی جائے پناہ اُن کے آخری شہروں تک

کہیں نہ ملے گی کیونکہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس کی طرف مسلمان رجوع کریں"۔

افسوس ہے کہ یہ ترجمہ ان اشخاص کے ذاتی مقصد و خواہش کے کتنے ہی مطابق ہو لیکن ان الفاظ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جو اصل مشورہ کے اندر موجود ہیں۔

"تنکب" کے الفاظ کے معنی "شہید ہو گئے" کم سے کم موجودہ عربی لغت کی کتابوں میں تو نایاب ہیں۔ بلکہ "نکب" کے معنی ہیں، "عدل" یعنی اپنی جگہ سے ہٹنا اور منحرف ہونا اور یا "کسر" یعنی شکست کھانا۔

بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنینؓ نے اِس اندیشہ کا اظہار نہیں کیا ہے کہ آپ شہید ہو جائیں گے بلکہ یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ کہیں آپ کو میدان جنگ سے ہٹنے کی ضرورت نہ ہو اور شکست اُٹھانا نہ پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسالتمآبؐ کیساتھ کی امتحانی لڑائیوں نے تمام افراد مہاجرین اور بالخصوص ممتاز ہستیوں کے ثبات و استقلال اور بلند حوصلگی و پر جگری کی پوری آزمائش کر لی تھی اور کوئی پردہ باقی نہ رہ چکا تھا اُحد و احزاب، خیبر، حنینؑ کے تلخ تجربہ حضرت علیؑ کے پیش نظر تھے اور وہ مرقع سامنے تھا کہ جب میدان جنگ کی سنسان فضا اپنی تنہائی کے سناٹے کے ساتھ ان پُر جگر اور جان نثار صحابیان رسولؐ کو دعوت دے رہی تھی

اور یہ مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

خیبر کی یادگار سپہ سالاری اور افسری فوج بھی سامنے تھی جس میں تمام فوج کے متفقہ آواز کی بنا پر شکست کی پوری ذمہ داری سالار کی بے ثباتی کے اوپر تھی اور حقیقت یہ ہے کہ سالار فوج کی کمزوری و بے ثباتی کے بعد ناممکن ہے کہ فوج کے قدم ٹھہریں اور وہ کوئی کامیابی حاصل کر سکے۔

رسالتمآبؐ کے زمانہ میں جو لڑائیاں پیش آچکی تھیں اور جن میں ہمیشہ فتح کا سہرا اسلام کے سر رہا اور زبردست سے زبردست بہادر لشکر مخالف کے زیر تیغ ہوئے انھوں نے اسلام کا رعب و دبدبہ قائم کر دیا تھا اور رسالتمآبؐ کی ان پیشین گوئیوں نے کہ میری امت کسریٰ و قیصر کے ممالک پر قابض ہو گی سلطنت کے بھوکے عربوں میں ایک خاص جوش و ولولہ کی روح پھونک دی تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ دشمن کے سامنے اپنی جان سے ہاتھ دھو کر جاتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ فتح ہوتی تھی اور اسلام کی فاتحانہ طاقت کی ہیبت دلوں پر بڑھتی جاتی تھی اور یہ ہیبت خود ایک مستقل سبب ہوا کرتی ہے افواج مخالف کی ہزیمت کا۔ ان فتوحات یا افواج اسلامی کے غلبہ کا فلسفہ کتنا ہی عمیق کیوں نہ ہو لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ وہ حضرت عمر کیا تھا اتنا ہی تعلق رکھتا ہے کہ وہ افواج آپ کے روانہ کئے ہوئے اور آپ کی جانب سے بھیجے ہوئے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے آج کل

کے سلاطین جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے علٰحدہ رہکر عام مخلوق کو ذبح ہونے کے لئے آگے بڑھاتے اور ان کو پروانہ صفت اپنے شمع مقصد کی نذر کرتے اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو کٹوا کر فاتح کا لقب خود اپنے لئے حاصل کرتے ہیں وہ ہی صورت اِس زمانہ کی لڑائیوں کی تھی۔ جنگ کے خطرناک مصائب تلواروں نیزوں کا مقابلہ، موت کے مونھ میں جانا یہ سب تمام مسلمانوں کا کام تھا اور حقیقی فتح کا سہرا انہیں کے سر۔

حضرت عمر ان معاملات میں خود انتہائی درجہ محتاط تھے اور ایسے خطرناک موقعوں پر آگے بڑھنا اور مہالک میں اپنے تئیں ڈالنا پسند نہ کرتے تھے وہ میدانِ جنگ کی سختیوں سے واقف تھے اور خود اپنی ذاتی حالت اور دل کی طاقت سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ مطلع۔

لیکن یہ واقعہ ہے کہ اکثر اوقات دوسرے اشخاص کے مبالغہ آمیز بیانات انسان کے احساسات و تخیلات پر ایسا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ خود اپنے متعلق دھوکا کھا جاتا ہے۔

خوشامدیوں سے دنیا خالی نہیں اور خوش اعتقادی بھی کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں ہے۔ جیسے آج کل کے مورخین اور ارباب سیر بڑے بلند بانگ دعاوی کیساتھ حضرت عمر کو اسلامی فاتح اعظم کہتے اور تمام اسلامی فتوحات اور افواج اسلامی کے غلبہ کا سہرا آپ کے سر باندھتے

ہیں حالانکہ اس زمانہ میں خوشامد کا تو کوئی موقع ہی نہیں۔ جو کچھ بھی ہے وہ خوش اعتقادی ہے اُس زمانہ میں خود حضرت عمرؓ کے موقعہ پر خوشامد اور خوش اعتقادی کے مخلوط جذبہ کا نتیجہ تھا کہ عام طور پر کہا جاتا ہوگا کہ یہ سب حضور کی برکت ہے اور آپ کا اثر ہے۔ پھر جب یہاں بیٹھے بیٹھے یہ حال ہے تو حضور خود اگر میدان جنگ میں پہونچ جائیں تو کیا ہوگا۔ سپاہیوں کے دل ہاتھ بھر کے ہو جائیں گے، دنیا کو زیر و زبر کر دیں گے، پہاڑ بھی سامنے آئیں تو ہٹا کر راستہ پیدا کرینگے اور ایک دم کے اندر ہیں ایرانی ملک پر قبضہ کریں گے۔

یہ خیالات ہوں گے جو عام طور پر حضرت عمرؓ کے گوشزد کئے جاتے ہوں گے جن کا اثر تھا کہ حضرت عمرؓ تمام سابق تلخ تجربوں کے باوجود جنگ کے میدان کو اپنے فتحمند قدموں سے عزت دینے پر آمادہ ہو گئے

یہ وہ موقع تھا کہ مدبر اسلام اور حقیقی محافظ ملت حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اسلامی عزت و وقار کی نسبت خطرہ کا احساس ہوا اور اُنھوں نے مناسب الفاظ میں حضرت عمرؓ سے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ رسالتمآبؐ کے زمانہ میں متعدد بار حضرت عمرؓ کو ذمہ دارانہ حیثیت سے میدان جنگ میں روانہ کیا گیا۔ لیکن وہ ایثار کی

موقع نہ تھا۔ حضرت عمر کی شخصیت اُس وقت کتنی نمایاں سہی لیکن ایک فردِ مسلمان سے زیادہ نہ تھی۔ اگر صورت حال دگرگوں ہوئی اور شکست کی ناگوار صورت آئی تو وہ کتنی ہی خجالت آمیز سہی لیکن اسلام کی شکست کی مرادف نہیں ہو سکتی رسول اسلامؐ تو موجود تھے ہی ایک دوسرے قابل اعتماد شخص کے ذریعہ سے وہ اس کمزوری کا تدارک کر دیتے اور نتیجہ میں دشمنوں کو شکست دیتے جیسا کہ برابر ہوتا رہا اور تاریخ اسلام میں وہ تمام واقعات محفوظ ہیں۔

لیکن اب صورتِ حال یہ تھی کہ وہ جن اسباب کی بنا پر ہو بہر حال حضرت عمر کو دنیائے اسلام کے لئے ایک ممتاز حیثیت حاصل ہو چکی تھی اور خود مسلمانوں کے اندر آپ کے متعلق کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن کفار کی نگاہوں میں آپ بہر حال بادشاہ اسلام اور خلیفۂ مسلمین اور جانشین رسولؐ کی حیثیت رکھتے تھے اور اسلئے اگر خدا نخواستہ آپ کے میدان جنگ جانے پر کوئی ناگوار صورت پیش آتی اور آپ کو میدانِ جنگ چھوڑنا یا جنگ سے علٰحدہ ہونا پڑتا تو یہ اسلام کی شکست ہوتی جس کے بعد پھر اسلام کو کوئی بارآوری حاصل نہیں ہو سکتی تھی،

حضرت عمر یقیناً خود موقع کی نزاکت کا احساس رکھتے تھے اور اُن کا دل اس اہم اقدام کو کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا اور قیاس یہ بتلاتا ہے کہ حضرت سرداران لشکر یا دوسرے عام افراد کا یہ مطالبہ اور اصرار رہا ہوگا کہ جس

طرح رسولؐ برابر لڑائیوں میں خود شریک ہوتے تھے خلیفۂ رسولؐ کیوں گھر میں بیٹھے رہیں اور میدان جنگ میں مجاہدین کی صفوں کے اندر موجود نہ ہوں۔

اس لئے حضرت عمر کو گونہ تردد ہوا اور اسی لئے اُنھوں نے حضرت علیؑ سے مشورہ کیا۔

حضرت علیؑ کے لئے یہ بہت نازک موقع تھا حقیقت امر جو آپکو جنگ میں جانے کا مشورہ دینے سے مانع تھی وہ ایسی نہیں کہ اُس کو صاف لفظوں میں کہدیا جائے۔ دوسری طرف مشورہ کے موقع پر صحیح رائے اور اپنے اصلی خیال کا ظاہر کردینا شریعت اسلام اور انسانیت و اخلاق کا اہم فرض ہے اور پھر جبکہ مشورہ اتنا اہم ہے جس میں اسلام کے وقار و عزت اور توہین و شکست کا سوال درپیش ہے۔

مگر کیا کہنا اُس ہمصفیر زبان وحی اور ترجمان حقائق قرآنی کی بلاغت کا جس نے سب کچھ اس شائستہ پیرایہ میں کہدیا جس کو آج دنیا انتہائی مدح وثنا کے الفاظ سمجھ کر اُسکو مقامِ افتخار میں پیش کرتی اور اپنے ممدوح کیلئے طرۂ امتیاز سمجھتی ہے۔

پہلے حضرت نے ان خوشامدانہ نمائشی چاپلوسی کرنے والونکے خیال کی غلطی ظاہر کی ہے حضرت عمر کے یہ ذہن نشین کرانا چاہتے تھے کہ یہ سب فضول

کا فیض ہے اور یہ تمام فتوحات آپکے دم قدم کی برکت سے ہیں اور اگر آپ جنگ میں پہونچ جائیں تو پھر اس سے زیادہ فتوحات ظاہر ہوں گے حضرت نے اس خیال کی رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"یہ تو خدا نے (اپنے وعدہ کے ذریعہ سے) ذمہ داری کر لی ہے کہ وہ اسلام کی طاقت و شوکت میں اضافہ کرے گا اور اس میں کمزوری پیدا نہ ہونے دے گا۔

وہ خدا جس نے ان مسلمانوں کی امداد کی اسوقت جب یہ کم تھے کوئی مدد کرنے والا نہ تھا اور انکی حفاظت کی جب وہ کم تھے وہ اب بھی موجود ہے اور اسکے لئے فنا نہیں ہے (لہذا یہ تو سمجھنا ہی نہ چاہیئے کہ اگر آپ نہ ہوئے تو اسلام کو شوکت حاصل ہی نہیں ہو سکتی) اسکے بعد آپ حضرت عمر کی روانگی سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آپ جب دشمن کی طرف بنفس نفیس تشریف لے گئے اور دشمن کا سامنا ہوا اور اس وقت (خدا نخواستہ) آپ کو میدان جنگ سے ہٹنا پڑا یا (نصیب دشمنان) شکست ہوئی تو (افسر کے قدم اٹھ جانے کے بعد) پھر مسلمانوں کا کوئی مرکز اس دور و دراز ملک میں نہ ہوگا اور آپکے (شکست کھانے کے) بعد کوئی ایسا نہ رہے گا جسکی طرف وہ رجوع کریں۔

اس وقت تو یہ ہے کہ شاہی مرکز مدینہ میں موجود ہے اور اگر ایک

افسرفوج کو شکست ہوئی اور لشکر کے قدم اُٹھے تو افواج منظم طریقہ سے مدینہ واپس آئیں گے اور دوسرا ہیا در افسر بھیجا جا سکتا ہے، لیکن اگر بادشاہ خلیفۃ المسلمین کو شکست ہوئی تو پھر اُسکے تدارک کی کوئی صورت نہیں باقی رہتی، اس صورت میں یقیناً مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور وہ آندھی میں اُڑتے ہوئے پتوں کی طرح پراگندہ ہو جائیں گے۔

اسکے بعد حضرت صورت حال کے متعلق اپنی ذاتی رائے یہ پیش فرماتے ہیں کہ "بہتر ہے آپ اُنکی جانب ایک ایسے شخص کو روانہ فرمائیں جسے لڑائی کا تجربہ ہو اور اُسکے ساتھ ایسے افراد کو بھیجئے جو لڑائی کی سختیوں کو برداشت کر سکیں اور اسلام کے خیر خواہ ہوں لشکر اور سردار لشکر کے یہ اوصاف و قیود حضرت علیؑ کے نقطۂ نظر کو بہت روشن طریقہ سے واضح کرتے ہیں)

اس صورت میں اگر خداوند عالم نے کامیابی عطا فرمائی تو کیا کہنا اور اگر پھر بھی شکست ہوئی تو آپ تو ہیں ہی وہ فوج آپکے پاس پلٹ کر واپس آئے گی اور آپ دوسری فوج روانہ کر سکیں گے۔

یہ تھا مشورہ جو حضرت نے دیا اور حقیقتہً مشورہ ایسا تھا جسے حضرت عمر کے دل نے قبول کر لیا اور اُنھوں نے جنگ میں جانیکے خیال کو ترک کر دیا۔

دوسرا مشورہ غزوۂ فارس کے متعلق | جب سرداران لشکر وغیرہ نے
پھر حضرت عمر کو پریشان کیا اور یہ کہا کہ اگر آپ جنگ میں چلے جائیں تو
سب کام بن جائیں اسلئے کہ دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے مسلمانوں
کا لشکر کم ہے۔ اگر آپ کہیں قدم اٹھا دیں اور چل کھڑے ہوں تو قبائل
عرب میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ جائے گی کہ بادشاہ سلامت خود جنگ
کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اور اس طرح تمام اطراف وجوانب سے
مور و ملخ کی طرح لشکر سمٹ آئے گا۔ حضرت عمر ان لوگوں کے اصرار سے
پھر پریشان ہوئے اور وہی پہلا نسخہ عمل میں لائے کہ حضرت علیؑ سے مشورہ
لیں اور جب آپ اختلاف کریں تو یہی آپ کے جنگ سے باز رہنے کی سند قرار
پائے۔ اس موقع پر بھی کوئی تازہ امر نہ تھا۔ حضرت علیؑ کی نظر میں تمام
وہی پہلو موجود تھے جو گذشتہ مشورہ میں آپ کے سامنے تھے چنانچہ
اس موقع پر حضرت عمر سے جنگ میں تیغ سے جانے پر اصرار کرنے والوں
کے خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت نے جو خیالات ظاہر فرمائے
ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

"اس امر یعنے اسلام کی فتح و نصرت یا شکست و ہزیمت کثرت و
قلت پر موقوف نہیں رہی ہے، یہ تو خدا کا دین ہے کہ جسکو اس نے غالب
کیا اور اُسی کی فوج ہے جس کی اُس نے امداد کی یہاں تک کہ وہ پہونچی

کامیابی کے اُس درجہ تک کہ جہان تک پہونچی - اور ہم سے خداوند عالم
کی جانب سے وعدہ ہو چکا ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا ضرور کریگا اور
اپنے لشکر کی امداد کرے گا۔

اُمور انتظامی کے ساتھ قائم یعنے خلافت مسلمین کے ذمہ دار شخص کی
حیثیت وہ ہوتی ہے جو رشتۂ قلادہ کو موتیوں کی نسبت حاصل ہے کہ
یہ اُنکی شیرازہ بندی کرتا اور اُنکی جمع آوری رکھتا ہے، اگر یہ رشتہ ٹوٹ
جائے تو موتی بکھر جائیں گے اور تتر بتر ہو جائیں گے اور کبھی اُن کا اجتماع
نہ ہو سکیگا) یہ حضرت نے ایک کلیہ کی صورت سے ارشاد فرمایا ہے
لہذا اس سے یہ نتیجہ بالخصوص نہیں نکالا جا سکتا کہ "حضرت علیؑ نے
حضرت عمر کی ذات والا صفات کو مسلمانوں کا مایۂ نظام فرمایا اور
فرمایا کہ یہ نظام آپکے بعد قیامت تک پھر کبھی نہ ہوگا اِس لئے کہ آپ قیم
بالامر ہیں" یہ نتیجہ تو جب نکلتا جب حضرت خصوصیت کے ساتھ فرماتے
کہ آپ کی مثال وہ ہے جو رشتہ کو موتیوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ بیشک کلیتہً
ایسا ہی ہے کہ ہر بادشاہ اپنے زیر حکومت رعایا کے لئے باعث انتظام
و شیرازہ بندی ہوتا ہے اور اگر وہ ہٹ جائے تو شیرازہ منتشر ہو جائے
گا۔ اور جب تک پھر کوئی بحیثیت بادشاہ اس شیرازہ کو مجتمع نہ کرے وہ
مجتمع نہیں ہو سکتا۔

اسکے بعد حضرت اس خیال کی رد کرتے ہوئے کہ مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے مقابلہ میں کم ہے فرماتے ہیں کہ عربوں کی تعداد (بمقابلہ اپنے مخالفین کے اگرچہ کم ہے لیکن وہ زیادہ تعداد کے ہموزن ہے اسلام کے سبب سے اور اُن کے لئے عزت حاصل ہے اُن کے اجتماع کے سبب سے آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی جگہ پر قطب کی طرح قائم رہئے اور عربوں کو چکی کی طرح یہیں سے بیٹھے بیٹھے گردش دیجئے اور انھیں کو آتش حرب میں ڈالئے اسلئے کہ اگر آپ یہاں سے چلے گئے تو یہ تو ہوگا (جیساکہ اُن لوگوں کا خیال ہے) کہ چاروں طرف سے عرب ٹوٹ پڑیں گے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی بلاد خالی ہو جائیں اور آپ کو اُن مقامات کا خیال جن کو آپ بے حفاظت چھوڑتے ہیں زیادہ اہم معلوم ہونے لگے گا۔ (اور پھر خاص بات تو یہ ہے کہ) عجم جب آپ کو میدان جنگ میں دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ شخص عرب کی جڑ ہے اگر اس کو کاٹ ڈالوگے تو راحت پا جاؤگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آپ پر شدت سے حملہ کریں گے اور پوری نظر اُنکی آپ پر ہوگی۔ ایک بہادر کے جوش و ولولہ کے لئے یہ الفاظ تازیانہ کا کام کر سکتے ہیں لیکن واقعہ ہے کہ حضرت عمر محتاط تھے حضرت علیؑ نے جو یہ پہلو پیش نظر کر دیا تو آپ نے خود جنگ میں جانے کے خیال کو ترک فرمایا)۔

باقی رہا یہ جو آپ نے ذکر کیا کہ فوج عجم مسلمانوں کے قتال کے لئے روانہ ہو چکی ہے تو اللہ سبحانہ کو اُنکی یہ روانگی آپ سے زیادہ ناپسند ہے اور وہ جس چیز کو ناپسند کرے اُسکے بدل دینے پر قادر ہے اور جو آپنے اونکی کثرت بیان کی تو بات یہ ہے کہ ہم لوگ زمانہ گزشتہ میں اپنی کثرت کے برتے پر جنگ نہ کرتے تھے بلکہ خدا کی مدد پر بھروسہ کرکے لڑتے تھے۔

(طرز کلام سے ظاہر ہے کہ یہ حقائق آپکے مخاطب کے پیش نظر نہیں ہیں اور حضرت علیؑ اُن کے اوپر خاص طور سے توجہ دلا رہے ہیں)

یہ مشورے خالص انسانی ہمدردی اور اسلامی مفاد کے لحاظ سے تھے جن میں ذاتی دوستی دشمنی کا سوال بلند خیال اور تنگ نظری سے علیحدہ افراد کے یہاں پیدا ہی نہیں ہوتا۔

اسی طرح مسائل شرعیہ میں امداد لینے کے موقع پر حضرت علیؑ کا مسائل سے مطلع کر دینا اور احکام شرعیہ کا تبلا دینا یا قضایا کا فیصلہ کر دینا یہ تمام باتیں اسی نوعیت سے تعلق رکھتی ہیں۔

کیا اس موقع پر حضرت علیؑ ایسے پاک نفس و پاکباز بلکہ معلم نفسیات ہستی سے یہ توقع کیجا سکتی ہے کہ وہ اگر کسی سے دشمنی یا اختلاف خیال رکھتے ہوں تو اس دشمنی کی بنا پر مشورہ کے موقع پر غلط رائے دیں۔

مسائل شرعیہ غلط تبلائیں اور قضایا کا فیصلہ کچھ کا کچھ کردیں۔
پھر اگر یہ حضرت کے تقویٰ و طہارت اور قدس و حقانیت کے خلاف امر ہے تو اس مشورہ کے دینے مسائل کو تبلانے اور قضایا کے صحیح طور سے فیصلہ کردینے کو اس امر کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا کہ حضرت کو کوئی ذاتی اختلاف نہ تھا اور وہ حضرت عمر کو انتہائی دوست رکھتے تھے۔
فرض شناسی اور ذمہ داری کا احساس اور دیانت و امانتداری وہ چیز ہے جس میں دوست و دشمن کی تفریق باقی نہیں رہتی تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ رسالتمآبؐ کفار قریش کے امانتدار تھے یعنی وہ لوگ آپکے پاس امانتیں رکھواتے تھے اور حضرتؐ ان کی اسطرح حفاظت کرتے تھے کہ حضرت کو امین کا لقب مل گیا تھا، یہ سلسلہ بعثت کے ہوتے ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ بعد بعثت ہجرت کے موقع تک کفار قریش کی امانتیں آپ کے پاس موجود تھیں اور حضرتؐ نے اُن امانتوں کی حفاظت کا اتنا اہتمام کیا کہ اپنے عزیز ترین بھائی علیؑ ابن ابیطالبؑ کو انہیں امانتوں کے ادا کرنے کے لئے انتہائی خطرہ کے اندر مکۂ معظمہ میں چھوڑ کر ہجرت فرمائی۔ کیا میں دنیائے اسلام سے دریافت کر سکتا ہوں کہ حضرت رسولؐ کفار قریش سے کوئی محبت و الفت رکھتے تھے یا اختلاف؟ پہلے جزو کی نفی آیۂ قرآنی سے بخوبی ہو

ہے کہ لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الاخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ۔ مومن اور کافر میں دوستی ناممکن ہے۔ تو ماننا پڑیگا کہ حضرت کو کفار قریش سے محبت نہ تھی بلکہ اختلاف تھا۔ پھر اُنکی امانتوں کی حفاظت میں اتنا اہتمام اسکے کیا معنی! یہ وہی فرض شناسی اور دیانت و امانت کا لحاظ تھا جس میں محبت و عداوت کے سوال کا موقع ہی نہیں۔

اگر حضرت رسولؐ کا کفار قریش کی امانتیں اپنے پاس رکھنا اور اونکی حفاظت میں انتہائی اہتمام فرمانا اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ آپ اُن سے کوئی ذاتی اختلاف نہ رکھتے تھے تو اُن کے وصی وجانشین حضرت علیؑ کا بھی اپنے مخالفین کیلئے مشورہ دینے مسائل تبلانے قضایا کا فیصلہ کرنے میں امانت و دیانت داری کے فرض کو ملحوظ رکھنا اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ آپ اُن سے کوئی ذاتی اختلاف نہ رکھتے تھے۔ والسلام

علی نقی النقوی عفی عنہ
رجب ۱۳۵۲ھ

انجمن مؤید العلوم

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

یہ انجمن شیعی دنیا کے سب سے پہلے ادارۂ تبلیغ مدرسۃ الواعظین کے شعبۂ تصنیف و تالیف کی حیثیت سے تقریباً ۱۵ برس سے قائم ہے اور اس مدت میں اُس نے جو گرانقدر علمی و مذہبی خدمات انجام دیئے ہیں وہ اس فہرست سے ظاہر ہیں جو انجمن کیطرف سے ہمکو بغرض اشاعت موصول ہوئی ہے اور جس کو اس رسالہ کے ساتھ بطور ضمیمہ شایع کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ افراد قوم اس انجمن کے گرانقدر خدمات کی قدر کرتے ہوئے اُسکے شایع شدہ رسائل و کتب کو کثیر سے کثیر تعداد میں خرید فرمائینگے اور اپنے واحد موقرترین ادارۂ تبلیغ مدرسۃ الواعظین کے شعبۂ تصنیف کی ہمت افزائی فرمائیں گے۔ والسلام

خادم ملت
سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

الموحد۔ بس اسکی تعریف و توصیف میں اسی قدر کہنا کافی ہے کہ یہ لاجواب سالہ سرکار صدر الشریعۃ حضرت نجم العلماء مدظلہ کا رشحۂ قلم ہے۔ قیمت ۳؍

حقوق نسوان۔ اسلام پر اقوام عالم کا اعتراض ہے کہ اُسنے صنف نازک کو اپنی تعلیمات کے ذریعہ سے اسکے جائز حقوق سے محروم کر دیا اور اسپر پردہ وغیرہ کی سی سخت و شدید بندشیں عائد کر دیں اس رسالہ میں عالیجناب مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ نبیرۂ سرکار صدر الشریعۃ حضرت نجم العلماء مدظلہ نے زبردست تاریخی شواہد کے ساتھ اُسکی تردید کی ہے اور یہ دکھایا ہے کہ اسلام کے بالمقابل دوسری اقوام نے

عورت کو کیا حقوق دیئے یہ رسالہ بھی قابل دید ہے۔ قیمت ۴ر
فطرت اور مذہب۔ مذہب کی تائید میں فطرت کی آواز۔ قیمت ۳ر
خصوصیات مذہب شیعہ۔ اپنے طرز کی نئی کتاب ہے ایک جلد ضرور خریدیئے ۲ر
الاعجاز۔ جدید مذاق کی تصنیف ہے اور اسمیں معجزہ کو عقلی دلائل سے بے نظیر استدلال کیساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ار
المعراج۔ اسمیں اُن شبہات کو پوری طرح رد کیا گیا ہے جو معراج جسمانی کو ثابت کرنے کیلئے پیش کئے جاتے ہیں لاجواب رسالہ ہے۔ قیمت ار
النبی۔ اس کتاب میں جناب رسالتمآب کے متعلق کتب سابقہ کے بشارات اور آنحضرتؐ کے معجزات وسوانح حیات بیان کئے گئے ہیں اور پیغمبر اسلام کی زبردست شخصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ار
فلسفۃ المذہب۔ جسمیں مذہب کی حقیقت اور فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے اسلام کو حقانیت کے معیار پر منطبق کرکے دکھلایا گیا ہے ار
رد تناسخ۔ آریہ سماج کے عقیدۂ تناسخ کے متعلق اگر آپ تھوڑی سی محنت میں کثیر فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں تو اس مختصر لیکن کثیر المعلومات رسالہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت (ایک آنہ)
خصوصیات اسلام۔ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد ہر منصف مزاج اسلام کو تمام مذاہب پر فوقیت دینے پر مجبور ہے۔ قیمت ار

مذکورہ بالا کتابیں مولانا سید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم کے زور قلم کا نتیجہ ہیں ہر کتاب اپنے مقام پر بےنظیر اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

انسانی قرآن۔ سوامی جی نے لکھا ہے کہ کسی قدیم کتاب میں کسی مخصوص شخص کے واقعات نہیں ہوتے جناب مولانا خواجہ غلام الحسنین صاحب پانی پتی ترجم ہربرٹ اسپنسر نے اس رسالہ میں سوامی جی کے اس دعوی کو بے حقیقت ثابت کیا ہے اور سوامی جی کے قائم کردہ معیار کے مطابق وید کو حادث ثابت کیا ہے اس رسالہ کا بھی دیکھنے سے تعلق ہے۔ قیمت ۳ر

مسالک الحکما۔ اردو ترجمہ مناہج الحکما جناب شمس العلما مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ قیمت ۳ر

تصدیق رسالت۔ آنحضرتؐ کی رسالت کے متعلق گوتم بدھ کی پیشین گوئی از جناب مولوی سید احمد علی صاحب موہانی بی۔ اے۔ قیمت ۳ر

اسلامی جہاد۔ جدید مذاق کے مطابق مسئلہ جہاد کی توضیح جناب مولانا سید اختر علی صاحب تلہری گورنمنٹ جبلی کالج لکھنؤ کا رشحہ قلم ہے ۳ر

اعجاز القرآن۔ موجودہ روشنی میں اعجاز قرآن پر مستحکم دلائل یہ رسالہ بھی اپنے انداز میں بالکل نیا ہے۔ قیمت ۶

رد الاباطیل۔ پیغمبر اسلام کا دوسرے مذاہب کے وکیلوں سے مناظرہ از مولانا سید مسرور حسین صاحب امروہوی قیمت ۱ر

رسالہ متعہ۔ از جناب ڈاکٹر سید تہور حسین صاحب امروہوی قیمت ار

مناظرہ معاد و تناسخ۔ از مولانا محمد بشیر صاحب ممتاز الافاضل و مولانا محمد عارف صاحب ممتاز الافاضل (مدرسۃ الواعظین) قیمت ار

اسلام مغرب کی نظر میں۔ از جناب سید شہنشاہ حسین صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ قیمت ار

شریعۃ الاسلام حصہ اوّل۔ اصول دین از جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ طاب ثراہ بن حضرت صدر الشریعۃ حضرت نجم العلما مدظلہٗ مجلد ۱۲ر

حصہ دوم۔ مسائل طہارت و صلواۃ مصدقہ سرکار نجم الملۃ مدظلہٗ قیمت

انگریزی تراجم و تصانیف

انگریزی ترجمہ قرآن مجید۔ انگریزی میں آجتک ایسا ترجمہ نہیں ہوا اس ترجمہ میں جناب مولوی شیخ بادشاہ حسین صاحب بی۔ اے نے اپنی خداداد قابلیت کا ثبوت دیا ہے جسکی پہلی جلد ہم نے شایع کی ہے اور ابتدا میں ایک انٹروڈکشن جسکے اندر تمام اساسی مسائل پر نہایت محققانہ بحث کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن مجید کو کس روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔ جلد انگلش فیشن (عہ/)

انگریزی ترجمہ صحیفہ کاملہ۔ یہ کتاب ان مبارک الفاظ کا مجموعہ ہے جو سید الساجدین امام زین العابدینؑ کی زبان اقدس پر بصورت مناجات جاری ہوے جناب سید محمد علی صاحب بی۔ اے موہانی اسکے مترجم ہیں۔ انگریزی زبان اس ترجمہ پر

بجا طور سے فخر کر سکتی ہے۔ جلد انگلش فیشن۔ قیمت ہر دو حصہ ستے ر

اسلام ان دی لائٹ آف شیعزم۔ انگریزی ترجمہ شریعۃ اسلام مصنفہ جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ طاب ثراہ ابن جناب شمس العلما حضرت نجم الملۃ مترجمہ جناب شیخ بادشاہ حسین صاحب بی اے۔ جلد انگلش فیشن۔ قیمت ۱۲ ار

دی پرافٹ شپ اینڈ دی کیلفیٹ۔ انگریزی ترجمہ رسالہ النبوۃ والخلافۃ مصنفہ شمس العلما حضرت نجم الملۃ مدظلہ۔ مترجمہ جناب مولانا لقا علی صاحب حیدری واعظ مدرسۃ الواعظین۔ جلد انگلش فیشن ۱۲ ار

دی ٹریجڈی آف کربلا۔ اِس انگریزی رسالہ میں جناب سید امیر علی صاحب تبریزی ایم، اے لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی نے واقعہ کربلا کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ قیمت ار

اسلام۔ یہ ایک انگریزی نظم ہے جسمیں جناب مولانا الحاج سید محمد حیدر رضا صاحب نے تمام عقائد کو نہائت دلچسپ عنوان سے نظم فرمایا ہے۔ ار

یونیٹی آف گاڈ۔ انگریزی ترجمہ رسالہ الموحد مصنفہ سرکار نجم العلما مدظلہ مترجمہ جناب محمد تقی صاحب بنگرامی۔ جلد انگلش فیشن قیمت ۶ار غیر مجلد ۳ار

جملہ خط وکتابت و ترسیل زر بنام منیجر نجمن مؤید العلوم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

حجج و بینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی مین ظاہر ہوئی ہی سنہ ۱۳۵ھ
مین مشاہد مشرفہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت
یعنی معجزات ظاہر ہوئے اُن کے مستند تفصیلی واقعات اسمین شایع کئے
گئے ہین جو ارباب ایمان کے لئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے
مقابل صداقت و حقانیت کی دلیل ہین۔ یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء دام ظلہ
کا نتیجہ قلم اور اُن ہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہی تقطیع ۲۰ × ۲۶
کاغذ سفید چکنا۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ خرچہ ڈاک ۲۱/

وجیزۃ الاحکام

عرصہ سے اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ حضرت سید العلماء دام ظلہ کے
فتاوی اور ضروری مسائل فقہ کا مجموعہ شائع کیا جائے۔ چنانچہ سردست یہ مختصر اور
اہم مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ایک مبسوط کتاب
مسائل فقہ مین جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کی جائے گی
قیمت فیجلد چار آنہ / خرچہ ڈاک ایک آنہ

سید ابن حسین سکرٹیری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

		قیمت	خرچ ڈاک
(۱)	قاتلان حسینؑ کا مذہب (تیسرا ایڈیشن)	/۲	/۱
(۲)	تحریف قرآن کی حقیقت (دوسرا ایڈیشن)	/۶	/۱۰
(۳)	مولود کعبہ "	/۱	/۰
(۴)	وجود حجت "	/۴	/۱
(۵)	اصول دین اور قرآن	/۴	/۱
(۶)	اتحاد الفریقین - پہلا حصہ (دوسرا ایڈیشن)	/۴	/۸
(۷)	حسینؑ اور اسلام (اردو) (دوسرا ایڈیشن)	/ـا	/۰
(۸)	" " " (ہندی)	/۰۱	/۰
(۹)	" " " (انگریزی)	/۲	/۰
(۱۰)	متعہ اور اسلام	/۸	/۱۸
(۱۱)	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	/۰	/۰
(۱۲)	تجارت اور اسلام	/۳	/۰
(۱۳)	اتحاد الفریقین - دوسرا حصہ	/۴	/۸
(۱۴)	علیؑ اور کعبہ	/۱	/۰

سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ